ماہنامہ

برجستہ

بانی: غلام حیدر شیخ

چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ONLINE EDITION

VOLUME: 4 | ISSUE 49 | MARCH 2026

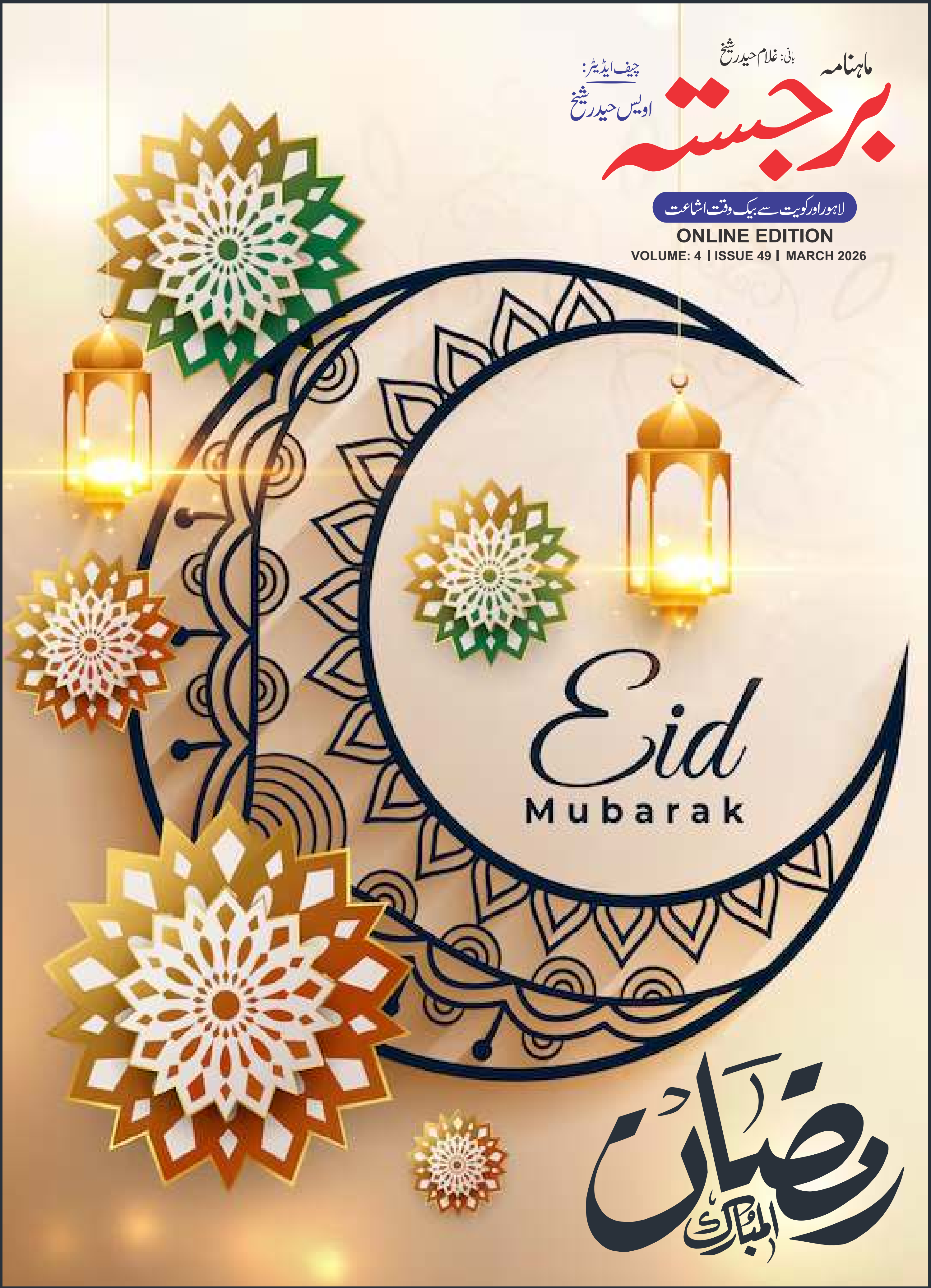

ISSN # : 3080-9746

ماہنامہ
برجستہ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

سرورق		فرنٹ
اشتہار		صفحہ 2
فہرست		صفحہ 3
اداریہ	ایک طویل جنگ کا آغاز	صفحہ 4
کالم ومضامین	مشرقی پاکستان۔۔۔۔۔ٹوٹا ہوا تارا	صفحہ 5-6
کالم ومضامین	ہماری ملی تاریخ کا سنگ میل۔۔۔۔۔23 مارچ	صفحہ 7-8
کالم ومضامین	اصل قلم اور مصنوعی ذہانت: شک کے اس عہد میں لکھاری کی پہچان؟	صفحہ 9
کالم ومضامین	ماہ رمضان المبارک	صفحہ 10
کالم ومضامین	ایک لمحہ ایک رکاوٹ اور پوری سوچ کا اِمتحان	صفحہ 11
کالم ومضامین	نئے تعلقات کی ابتداء اور غلط راستہ	صفحہ 12-13
کالم ومضامین	معروف زرعی سائنسدان ڈاکٹر سلیم خان (مرحوم) کی علمی تحقیقی اور سماجی خدمات	صفحہ 14
کالم ومضامین	کشمیریوں سے اِظہارِ یکجہتی	صفحہ 15
کالم ومضامین	فروغ کلام اقبال: بزم اقبال کی سرگرمیاں	صفحہ 16
کالم ومضامین	مسئلہ کشمیر اور عالمی برادری کی بے حسی	صفحہ 17
کالم ومضامین	سیدہ خدیجہ الکبریٰ: نصرتِ دین، جلال عفت اور ایثار کامل کا کوہِ نور	صفحہ 18
کالم ومضامین	سیدہ خاتون جنت: صدفِ رسالت کا گوہر نایاب	صفحہ 19-20
کالم ومضامین	اسلامی تمدن کا تابندہ استعارہ اور بقائے اُمت کا ضامن۔۔۔۔مسجد بحیثیت مرکزِ حیات	صفحہ 21
کویت ڈائری	اکتیسواں بلڈ ڈونیشن کیمپ سینٹرل بلڈ بینک میں کامیابی سے منعقد	صفحہ 22
کویت ڈائری	اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت کے زیر اہتمام عظیم الشان''استقبال رمضان''اجتماع''منعقد	صفحہ 23-24
کویت ڈائری	یوم یکجہتی کشمیر، کویت میں بھی شان وشوکت سے منایا گیا	صفحہ 25
انقرہ ڈائری	کشمیر کی جدوجہد میں پاکستان کبھی تنہا نہیں ہوگا	صفحہ 26
ایک شاعر ایک تعارف	اُردو کے ممتاز شاعر۔۔۔۔۔جعفر طاہر	صفحہ 27
طب وسائنس	روزہ اور صحت	صفحہ 28-29
دین حق	رمضان المبارک اور محاسب نفس	صفحہ 31
بچوں کی کہانیاں	بول میری مچھلی	صفحہ 32
کھیل کھلاڑی	ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ۔۔۔۔غیبی قوت پھر کام دِکھا گئی	صفحہ 33
فلمی دُنیا	بابرہ شریف کے ہیروز۔۔۔۔وحید مراد سے اِظہار قاضی تک	صفحہ 34-35
اشتہار		صفحہ 36

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں
+965-6600-6571 FOR KUWAIT
+92-322-5300-703 FOR PAKISTAN

ISSN # : 3080-9746

بانی: غلام حیدر شیخ
ماہنامہ
برجستہ
چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

ایگزیکٹو ایڈیٹر:	علی حیدر شیخ
ایڈیٹر:	اصغر علی کھوکھر
مینیجنگ ایڈیٹر:	عدیل احمد خان
ڈپٹی ایڈیٹر:	عائشہ خان
ریزیڈنٹ ایڈیٹر جدہ:	امیر محمد خان
لیڈی ایڈیٹر (یو۔کے):	ڈاکٹر رابعہ حیدر
ایڈیٹر کویت:	محمد عمر
فوٹوگرافر:	ذوالقرنین حیدر
مارکیٹنگ اینڈ سرکولیشن:	معیز احمد

ایک طویل جنگ کا آغاز

ایران پر امریکہ اور اسرائیل کے مشترکہ حملے نے دنیا کو ایک نئے کرب، ایک نئے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ دوسروں کو امن، بات چیت اور قوانین کا درس دینے والے خود سب سے زیادہ انہی اصولوں کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ تہران نے خطے کے متعدد ممالک بشمول اسرائیل، قطر، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں موجود امریکہ کی تنصیبات کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ یہ سلسلہ کہاں جا کر رکے گا، اس بارے میں کوئی بھی وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس ساری کشیدگی کے ہنگام میں سب سے بڑا خطرہ آبنائے ہرمز کی ممکنہ بندش کی صورت میں سامنے آیا ہے، جسے عالمی تجارت اور توانائی کی ترسیل کے لیے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے۔ ایرانی حکام کی جانب سے اس اہم بحری راستے کو بند کرنے کے اشاروں کے بعد معاشیات کے ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر ایسا ہوا تو دنیا بھر میں تیل کی قیمتوں کو آگ لگ جائے گی، عالمی معیشت بری طرح لرز اٹھے گی اور دنیا میں مہنگائی کا ایسا طوفان سر اٹھائے گا کہ سنبھالا نہ جائے گا۔

صدر ٹرمپ کے مطابق یہ آپریشن چار سے پانچ ہفتوں تک جاری رہ سکتا ہے تاہم ضرورت پڑنے پر اس کی مدت بڑھائی بھی جا سکتی ہے، لیکن مجھے نہیں لگتا کہ یہ معاملہ چار پانچ ہفتوں میں نمٹ جائے گا۔ مجھے یہ ایک طویل جنگ محسوس ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تیسری عالمی جنگ شروع ہو جائے۔ ایرانی ہلالِ احمر کی ایک رپورٹ کے مطابق جاری حالیہ جنگ کے نتیجے میں چار روز میں کم از کم 787 افراد جان کی بازی ہار چکے ہیں جبکہ عالمی سطح پر یہ بات تسلیم کی جانے لگی ہے اور امریکی صدر ٹرمپ نے بھی کچھ ایسا ہی احتمال ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ مسلسل پھیل رہی ہے، شدت اختیار کر رہی ہے اور اس کے تیسری عالمی جنگ میں تبدیل ہونے کے آثار واضح تر ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ تیسری عالمی جنگ ہوئی تو کیا ہو گا؟

پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں انسان اور انسانیت کا کتنا نقصان ہوا تھا، اس کی داستانیں ایک صدی گزر جانے کے باوجود ہم تسلسل کے ساتھ سن رہے ہیں۔ یہ تب کی بات ہے جب جنگیں روایتی ہتھیاروں کے ساتھ لڑی جاتی تھیں۔ گھوڑوں پر بیٹھ کر تلواریں چلائی جاتی تھیں یا پھر بندوقوں سے گولیاں برسائی جاتی تھیں۔ لیکن وہ زمانے لد گئے جب تلواروں اور پھر توپوں اور بندوقوں سے لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔ اب تو جنگی ساز و سامان روایتی سے نکل غیر روایتی ہتھیاروں کی بھی کئی منزلیں طے کر چکے ہیں اور اب بھی روزانہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں ملک نے ہزاروں کلومیٹر تک مار کرنے والا میزائل بنا لیا اور فلاں ملک نے ایسا طیارہ ایجاد کر لیا ہے جو بنا رکے ہزاروں کلومیٹر اڑتا چلا جاتا ہے۔ ایسے میزائل اور بم تیار کر لیے گئے ہیں تو زمین کے آدھ میل اندر تک گھس کر وہاں موجود ہر چیز کو نیست و نابود کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لیے خدانخواستہ تیسری عالمی جنگ چھڑ گئی تو اس سے ہو سکتا ہے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں، یعنی دونوں جنگوں میں مجموعی طور پر جتنا نقصان ہوا تھا، اس سے زیادہ نقصان ہو۔ ماہرین حرب کا ماننا ہے کہ تیسری عالمی جنگ پچھلی دونوں عالمی جنگوں سے بالکل مختلف اور زیادہ تباہ کن ثابت ہو گی۔ اس جنگ میں سب سے بڑا خطرہ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کا ہو گا۔ آٹھ ممالک کے پاس موجود ایٹمی ہتھیاروں کی وجہ سے یہ جنگ ایٹمی مقابلے میں بدل سکتی ہے۔ اور یہ حقیقت تو اب سبھی جان چکے ہیں کہ ایٹمی حملوں سے ہزاروں ڈگری سینٹی گریڈ گرمی پیدا ہوتی ہے جو نہ صرف مکانوں اور سڑکوں کو پگھلا کر راکھ کر دیتی ہے بلکہ ایٹم بم چلنے سے پھیلنے والی تابکاری براہ راست کروڑوں انسانوں کی جان لے سکتی ہے۔

ماہرین اقتصادیات کا کہنا ہے کہ اگر تیسری عالمی جنگ ہوئی تو پہلے ہی سال میں جنگ اور خوراک کی کمی کی وجہ سے عالمی آبادی کا 60 سے 90 فیصد حصہ موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ ایٹمی دھماکوں سے اٹھنے والا دھواں فضا میں پھیلے گا تو سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اس کے نتیجے میں نیوکلیئر ونٹر یعنی شدید ترین سردی کے طویل موسم کا آغاز ہو گا یوں ماحولیات، جنگلات اور حیاتیاتی تنوع مکمل طور پر تباہ ہو جائیں گے، اور ہماری یہ زمین رہنے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر تیسری عالمی جنگ ہوئی تو یہ جنگ صرف فوجوں کی لڑائی نہیں ہو گی بلکہ یہ زمین پر زندگی کے خاتمے کا باعث بھی بن سکتی ہے، تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تیسری عالمی جنگ چھیڑ کر خود اپنا ہی خاتمہ کرنے کے درپے ہو گا؟

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران کے خلاف جاری فوجی کارروائی یعنی آپریشن ایپک فیوری کے چار بنیادی اہداف بیان کیے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے: (1) ان حملوں کا مقصد امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف موجودہ خطرات کو ختم کرنا اور مستقبل کے خطرات کا راستہ روکنا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کے بقول ایران کا بیلسٹک میزائل پروگرام امریکی اڈوں اور خود امریکی سرزمین کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ (2) دوسرا ہدف ایرانی بحریہ کی طاقت کا خاتمہ ہے۔ امریکی افواج خلیج عرب اور آبنائے ہرمز میں بین الاقوامی تجارت اور بحری جہازوں کو محفوظ بنانے کے لیے ایرانی بحری صلاحیتوں کو ملیامیٹ کر رہی ہیں اور اطلاعات کے مطابق اب تک کی کارروائیوں میں ایران کے کم از کم دس بحری جہاز ڈبو دیے گئے ہیں۔ (3) تیسرا اہم مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ایران کبھی جوہری ہتھیار حاصل نہ کر سکے۔ صدر ٹرمپ نے واضح کیا ہے کہ وہ ایران میں حکومت کی تبدیلی نہیں چاہتے لیکن کسی صورت ایران کو ایٹمی طاقت بننے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ایران ایٹمی ہتھیار بنانے کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا جس کی وجہ سے یہ پیشگی کارروائی ناگزیر ہو گئی تھی۔ (4) ایران کی جانب سے بیرون ملک مسلح گروہوں کی مالی اور عسکری امداد کو روکنا ہے۔ امریکہ کا الزام ہے کہ ایران ہر سال اربوں ڈالر حزب اللہ، حماس اور حوثی باغیوں جیسے گروہوں کو فراہم کرتا ہے جو خطے میں امریکی مفادات پر حملے کرتے ہیں۔ اب صدر ٹرمپ اپنے ان دعووں میں کتنے سچے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ امریکہ نے کچھ ایسے ہی بہانے بنا کر گزشتہ سال جون میں بھی ایران پر بھاری بمباری کی تھی اور بعد میں امریکی صدر یہ کہتے رہے کہ امریکہ نے ایران کی جوہری ہتھیار بنانے کی صلاحیت ختم کر دی ہے۔ اب یہ نیا حملہ ثابت کرتا ہے کہ گزشتہ برس کے حملے میں امریکہ اپنے مقاصد پورے نہیں کر سکا تھا۔ لہٰذا اس بات کی کوئی گارنٹی موجود نہیں کہ صدر ٹرمپ اپنے ان مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن یہ بات طے ہے کہ طاقت کا استعمال اسی طرح جاری رہا تو انسان کی مکمل تباہی کے خدشات ضرور بڑھ جائیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے وہ ممالک، اقوام اور قوتیں متحرک ہوں جو ثالثی کا کردار ادا کرنے کے قابل ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

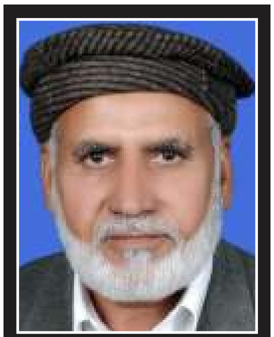

تحریر وتحقیق: محمد فاروق عزمی

مشرقی پاکستان۔۔۔۔ٹوٹا ہوا تارا

دسمبر اکہتر کی بات ہے میں اباجی کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے شیو بنانے کے لیے چہرے پر صابن لگا لیا تھا۔ قریب رکھے ریڈیو سے ایک خبر نشر ہوئی، سقوط ڈھاکہ کی خبر، یہ شرمناک اور غم ناک خبر سن کر اباجی نے تولیے سے چہرے پر لگا صابن پونچھ ڈالا، میں نے دیکھا ان کے چہرے پر دکھ اور کرب کے گہرے بادل چھا گئے ہیں ان کی آنکھوں میں آنسو تھے تب میں چھوٹا تھا سمجھ نہ پایا کہ ہوا کیا ہے کئی روز تک اباجی نے شیو نہیں بنائی سر جھکائے اُداس و پریشان بیٹھے رہتے۔ وہ کہتے یہ ہماری سول قیادت اور چند جرنیلوں کی بزدلی کا نتیجہ ہے، افواج پاکستان تو ایک دلیر اور غیرت مند فوج ہے وہ خون کے آخری قطرے تک دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ انہیں قوم کی بےحسی اور زود فراموشی کا بھی ملال تھا۔ ان کے خیال میں وقت گزرنے کے ساتھ قوم نے، حکمرانوں نے، سیاسی اور فوجی قیادت نے اس سانحے کو اس طرح فراموش کر دیا کہ لگتا ہے کسی کو اتنا بھی دکھ نہیں جتنا اپنی جیب کے کٹ جانے کا ہوتا ہے۔

نئی نسل کو تو شاید اس زخم کا پتا ہی نہیں، یہ بھی ہمارا اپنا قصور ہے، ہم اپنے بچوں کو بتا ہی نہ سکے کہ مفاد پرست سیاست دانوں اور عاقبت نا اندیش ہم وطنوں نے دشمن کی ناپاک چالوں کو کامیاب بنانے میں کیا کردار ادا کیا۔ ہم نے اپنا ایک بازو کٹ جانے پر اتنا بھی واویلا نہیں کیا جتنا شور ایک ’’مٹیار‘‘ کے لونگ گواچنے پر اس ملک میں برپا ہوا تھا، بچے بچے کی زبان پر لونگ گواچنے کی دھائی تھی۔ مگر مشرقی پاکستان کا غم کسی کو یاد نہ رہا۔

جس طرح اباجی ساری زندگی سانحہ مشرقی پاکستان پر ملول و مغموم رہے الطاف حسن قریشی بھی پچھے دہائیوں سے اس غم کو سینے سے لگائے جی رہے ہیں۔ یہ زخم کس طرح لگے کس نے کتنے وار کیے، اپنے ہی دیے بجھانے کے لیے کون ہواو؟ں سے ساز باز کرتا رہا تاریخ کا یہ سچ برسوں بعد الطاف صاحب نے ’’مشرقی پاکستان ٹوٹا ہوا تارا‘‘ کی صورت قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔

الطاف حسن قریشی بڑے آدمی ہیں ’’بڑے آدمی‘‘ قوموں کا انعام ہوتے ہیں۔ انعام اور عطا کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے۔ قومیں ناشکری ہو جائیں تو قدرت سزا کے طور پر انعام اور عطا روک لیتی ہے۔ سو لازم ہے کہ ہم الطاف حسن قریشی صاحب کا شکریہ ادا کریں۔ وہ

صحافت کے ماتھے کا جھومر ہیں ان کا قلم اس شعبے کی آبرو ہے قلم و قرطاس کے کئی وارث ہوں گے جن کی تحریریں معتبر ہوں گی لیکن ان سا کوئی کہاں ہوگا جو اتنی دانشورانہ اور حکیمانہ باتیں کرے۔ ’’مشرقی پاکستان ٹوٹا ہوا تارا" محض ایک کتاب نہیں بلکہ یہ ایک دستاویز ہے اور یاد رکھنے والوں کے لیے ایک سبق۔ تاریخی واقعات کی یہ زنبیل کھولیں تو اس سے احساسِ ندامت، شرمندگی، ذلت کے طوق، پیشِ بتاں جھکے سروں کا ہجوم، مکر و فریب اور سازشوں کا تعفن، گھر کے چراغوں کی دشمن ہواو؟ں سے گٹھ جوڑ کرتی سرگوشیاں اور جسم وجاں کو ہی نہیں روح تک کو جھلسا دینے والی آگ کے الاو؟ برآمد ہوتے ہیں۔ اہم رازوں، تلخ حقیقتوں اور بہت سے چہروں کے نقاب نوچتی یہ تخلیق ایسی ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں اس آئینے میں اپنے ماضی کا عکس دیکھ کر حال کو سنوار سکتی ہیں یہ آئینہ امروز کو اپنے فردا کے کارآمد بنانے میں ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ اس کتاب میں آپ کو مصنف کے ہاتھ میں دانش کی وہ لاٹھی نظر آئے گی جس سے ہانک کر تفرقوں میں بٹی اور بکھری اس قوم کو ایک مرکز اور مقام پر جمع کیا جا سکتا ہے قوم سے مراد یہاں پاکستانی ہیں۔ قلم سے قرطاس کے سینے پر سیاہیاں ملنے والے اور تاریخ کو مسخ کرنے والے ادیب اور مورخ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ سچ لکھنے اور سچ جاننے کے لیے کیسی کٹھن راہوں اور دشوار گھاٹیوں کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ الطاف صاحب نے اس چشم کشا داستان میں عصبیتوں کے شکار سیاسی رہنماو ں اور لیلائے اقتدار کی زلفوں کے اسیر عسکری مجنوو ں کے خفیہ اور پوشیدہ رازوں کو دلیری کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے بھارتی حکمرانوں کی سازشوں کی نقاب دری بھی جرات اور قومی و ملی حمیت سے کی ہے۔ سچ کسے برداشت ہوتا ہے؟ تلخ حقیقتوں کو بیان کرنے کا سنگین

ISSN # : 3080-9746

”جرم“ انہیں مارشل لا حکام کی دھمکیوں کی صورت بھگتنا پڑتا رہا۔ وہ دو سال پابند سلاسل بھی رہے۔

قارئین کو حقیقت حال سے آگاہ رکھنے کے لیے ایک صحافی کی جو ذمہ داریاں ہوسکتی ہیں قریشی صاحب نے انہیں دیانت داری سے نبھایا۔ وہ کبھی اپنے راستے کی مشکلوں اور رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لائے۔

1400 سے زائد صفحات کا یہ قصہ درد نصف صدی سے زائد عرصے کے دوران لکھی گئی ان تحریروں کا مجموعہ ہے جو 1962 سے سن 2000 تک ماہنامہ اردو ڈائجسٹ اور ہفت روزہ زندگی میں شائع ہوتی رہیں۔ الطاف حسن قریشی نے پسِ پردہ حقائق جاننے کے لیے بیسیوں مرتبہ مشرقی پاکستان کا سفر کیا۔ وہ کئی کئی ہفتے وہاں قیام کرتے سول اور فوجی بیوروکریسی میں ان کی شناسائی اور احترام تھا جہاں کہیں کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا آپ وہاں پہنچ جاتے سیکڑوں واقعات کے وہ عینی شاہد ہیں۔

مشرقی پاکستان کے سلگتے مسائل اور محرومیوں کی آگ کو انہوں نے شعلہ جوالا بنتے اور پھر آگ کے اس دریا میں ڈھاکہ کو ڈوبتے دیکھا۔ جس سرزمین پر دسمبر 1906 ءمیں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اسی دھرتی پر نفرتوں کی فصل اُگتے، محبتیں اور رفاقتیں جلتے ہوئے بھی انہوں نے دیکھیں اور محسوس کیں۔ بہت سے واقعات ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے۔ اپنے پرائے کیوں ہوگئے محبتیں نفرتوں میں کس طرح بدل گئیں، غیر کی باتوں کا اعتبار کیونکر کرلیا گیا۔ کیا کیا کوتاہیاں غلطیاں اور حماقتیں سرزد ہوئیں۔ اس تبدیلی کو تاریخی تناظر میں سمجھنے اور جاننے کے لیے مصنف نے گہرا مشاہدہ اور وسیع مطالعہ کیا انہوں نے یونیورسٹی کے اساتذہ، سرکاری افسروں، جرنیلوں ادیبوں اور دانشوروں کی کتابوں کا ورق ورق کھنگالا یوں لاکھوں اوراق کے نچوڑ اور عرق سے کشید کیے گئے نتیجے کے بعد لکھی تحریروں کا نام ”مشرقی پاکستان ٹوٹا ہوا تارا“ ہے۔

اس داستانِ خونچکاں میں جہاں اپنوں کی بے وفائی کا نوحہ ہے وہیں ان عظیم پاکستانیوں کا ذکر بھی ہے جو اول و آخر پاکستانی تھے لسانی لحاظ سے وہ بنگالی تھے یا اردو اور پنجابی بولنے والے لیکن مصیبتوں اور سازشوں میں گھری اپنی مسلح افواج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے رہے اور بالآخر پاکستان کی سالمیت پر جانیں قربان کرکے امر ہوگئے۔

یہ کتاب نہیں بلکہ نصف صدی پر محیط ہمہ پہلو تحریروں کا مجموع؟ عبرت وحیرت ہے۔ جریدہ عالم پر کندہ شواہد اور چشم دید واقعات سے جنم لیتی یہ داستان عبرت کا وہ پہاڑ ہے جس سے اپنے اپنے حصے کی ایک ایک چھٹانک عبرت سوچنے سمجھنے والے ذہنوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاسکتی ہے۔ اس قصہ درد کا خلاصہ یہ ہے کہ دوبارہ ایسے زخم نہ لگیں کوئی بد باطن یہ کہے کہ تم بلوچی ہو تم سندھی ہو پنجابی یا پختون ہو تو ایک ہی صدا اُبھرتی سنائی دے کہ ہم پاکستانی ہیں صرف اور صرف پاکستانی اول و آخر پاکستانی۔

بلوچستان کے حالات کو سانحہ مشرقی پاکستان کے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وہ کیا فضا تھی کہ قائد اعظم علیہ رحمہ کی قیادت میں پورے برصغیر کے بکھرے ہوئے مسلمان ایک سائبان تلے جمع ہوتے چلے گئے۔ پھر ایسا کیا ہوا، کیسی ہوائیں چلیں کس نے نفرتوں کا زہر گھولا کہ بھری بہار کے موسم میں خزاں کی رت اُتر آئی اور سب کچھ خشک پتوں کی طرح بکھر گیا۔

تاریخ فرد کی غلطیوں سے درگزر کرلیتی ہے قوم کی اجتماعی لغزشوں کو معاف نہیں کرتی، فاضل مصنف کی رائے میں یہ تلخیاں بھلانے اور غلطیوں سے سبق سیکھنے کا وقت ہے۔ شاید اسلامی حمیت اور اخوت کی کوئی چنگاری اس خاکستر میں اب بھی باقی ہو، راستوں میں ہاتھ چھڑا کر بچھڑ جانے والے دنیا کے میلے میں پھر مل جائیں۔ دنیا تو امید پر قائم ہے امید باقی رہے تو سفر آسان ہوجاتا ہے۔ ناامیدی کے بت گرا کر ہی منزلیں حاصل ہوتی ہیں۔ کامیابیاں بلندی کی جانب لے جاتی ہیں۔ بلندی سے افق زیادہ صاف اور واضع نظر آتا ہے۔ میں مینار پاکستان پر چڑھ کر دیکھتا ہوں تو ڈھاکہ کا سائیکل رکشا چلانے والا ”چنوں میاں“ نظر آتا ہے جس کے نام کتاب کا انتساب معنون ہے، مجھے چٹا گانگ کا ساحل اور سلہٹ کے پہاڑ بھی دکھائی دیتے ہیں، میں دھان اور پٹ سن کے سرسبز لہلہاتے کھیت دیکھتا ہوں۔ میں پٹ سن کے ریشے اکٹھے کرکے بوری بناتا ہوں اور اپنی ساری امیدیں اس میں بھر لیتا ہوں دور کہیں سے تلاوت کی صدا آرہی ہے۔

وَ تَنزِعُ المُلکَ مِمَّن تَشَاءُ ...... اور (ہم) جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں۔

اے اللہ تیری رضا پر سرِ تسلیم خم ہے۔

پھر صدا اُبھرتی ہے، کوئی بہت خوش الحانی سے کانوں میں شہد ٹپکا رہا ہے میں ہمہ تن گوش ہوجاتا ہوں۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَلِکَ المُلکِ تُو تی الملکَ مَن تشَا ..... اے اللہ ملکوں کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔

تسبیح ٹوٹ جائے تو دانے بکھر جاتے ہیں انہیں پھر ایک لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ فضائیں گرد آلود ہوجائیں تو بارش کی دعا کرنی چاہیے بادل برسیں تو غبار دھل جاتا ہے مطلع صاف ہوجاتا ہے در و دیوار پر نکھار آجاتا ہے دلوں کے میل دھونے کا نسخہ قدرت نے ہمیں عطا کیا تھا۔ میں یہ آیت سن کر خوش ہوتا ہوں یہی نسخہ کیمیا ہمارے درد کی دوا ہے۔

اُمید کا دامن ہاتھ سے نہ سرکے ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل بن جائے۔

ISSN # : 3080-9746

ہماری ملی تاریخ کا سنگ میل۔۔۔23 مارچ

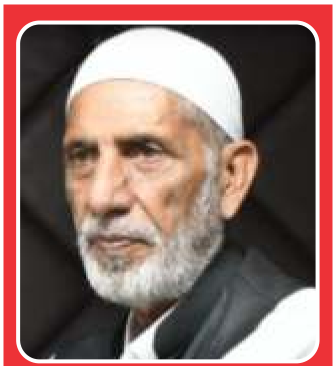

تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

23 مارچ کا روز ہماری ملی تاریخ میں سنگ میل کی حثیت رکھتا ہے-اس روز مسلمانان برصغیر نے قائداعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت ال انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اقبال پارک موجودہ مینار پاکستان کے مقام پر قرارداد لاہور کی صورت یہ تاریخی فیصلہ کیا کہ اب ھندوستان کے

سیاسی مسئلہ کا واحد حل برصغیر کو تقسیم کر کے مسلم اکثریتی علاقہ کو شمال مغربی حصہ سے ملا کر الگ مملکت قائم کردی جاے جو ازاد اور خودمختار ہو-مسلمان اس ازاد مملکت کے ذریعے اپنے تہذیبی وثقافتی ورثہ کو فروغ دینے کے علاوہ اس کے ذریعے دنیا کو پھر سے اسلام کے اس افاقی پیغام سے روشناس کرانا چاہتے تھے جس سے عرب کے صحرانشین جہاں ارا سے جہاں بان بن گئے اور دنیا جہالت کے اندھیروں سے نکل کر نورانی فضاؤں سے جگمگا اٹھی-دنیا نے دیکھا کہ اس فیصلہ کے صرف سات سال بعد ہی اسلامیان برصغیر نے اتحاد واتفاق کی بدولت قائد اعظم کی قیادت میں مملکت اسلامی پاکستان 14 اگست 1947 کو حاصل کر کے نہ صرف دنیا کا نقشہ بدل دیا بلکہ تاریخ کا دھارا بدل دیا-قوت واختیار رکھنے والی دواقوام انگریز اور ہندو کو بغیر اسلحہ وفوج کے صرف آئینی وجمہوری ذرائع سے شکست دے کر تاریخ کا نیا باب رقم کردیا-اس سے اندازہ کو جاتا ہے کہ اگر مقاصد نیک اور منزل واضح ہو قیادت دانا اور مخلص ھو تو قوم اتحاد سے منزل سر کرلیتی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تحفظات ومراعات مانگنے والے الگ مملکت کا مطالبہ کیوں کرنے لگے اور الگ وطن کے مطالبہ پر کیسے اصرار کرنے لگے؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں ایک طویل اور تاریخی پس منظر نظر آتا ہے جو ایک صدی پر محیط ہے اگر اس کا مطالعہ کیا جاے تو ہر منصف مزاج مسلمانوں کے اس مطالبہ کو جائز قرار دے گا

مسلمان کوء گیارہ سو سال قبل برصغیر میں فاتح کی حثیت سے وارد ہوے اور اپنے عہد اقتدار میں رواداری اور روشن خیالی کی شاندار مثالیں قائم کیں-انگریز تجارت کی اڑ میں اے اور مسلمانوں کے باہمی نفاق اور گروہ بندی کا فائدہ اٹھا کر اقتدار پر قابض ھو گئے جس کی وجہ سے مسلمان غلامی کی تاریک غار میں چلے گئے-1857 کی جنگ آزادی انگریزوں کے شدید مظالم کا ردعمل تھا ہندو اس موقع پر انگریز سے مل گئے اگرچہ مسلمانوں نے اپنے عہد اقتدار میں ان سے بڑا مثالی سلوک کیا تھا مگر اب غلامی کا بدلہ لینے کے لئے انگریز سے مل گئے-انگریز نے بھی ہندوں کا بھرپور ساتھ دیا اور انہیں مضبوط بنایا-مسلمان قوم اپنے اقتدار کو واپس لینا چاہتی تھی ایک طرف انگریز تھے تو دوسری طرف ہندو مضبوط اکثریتی قوم تھی-طویل غلامی نے ہندوں کے فکرو نظر میں فساد برپا کردیا تھا وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے ان حالات میں سرسید احمد خان اگے بڑھے اور علی مسلم یونیورسٹی تحریک سے مسلم قومیت کا چراغ روشن کیا اور مسلمانوں کو ان کی الگ حثیت کا احساس دلایا-تعلیمی و معاشی میدان میں پیش رفت کی ان کی حکمت عملی کامیاب رہی کیوں کہ اسی تحریک سے مسلم لیگ معرض وجود میں اء-سرسید احمد خان وہ عظیم راہنما تھے جہنوں نے کہا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں جلد یا بدیر مسلمانوں کی الگ مملکت ضروری ہے دونوں اقوام اکٹھی نہیں رہ سکتیں-اسی دور میں ملک میں سیاسی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوا-مسلم لیگ کا قیام، اردو ھندی جھگڑے، تقسیم بنگال اور 1909 کی اصلاحات اس دور کے واقعات ہیں مسلمانوں کی ہر ممکن کوشش اور خواہش کے باوجود ہندو مل کر انگریز سے آزادی کی بجاے اکثریت کی بنا پر خود کو انگریز کا جانشین خیال کرتے تھے- 1857 کی جنگ آزادی کے بعد تحریک خلافت اور عدم تعاون میں قربانی کی جو مثالیں قائم کیں اس کی بنا پر ہی انگریزی اقتدار کی چولیں ڈھیلی پڑ گئیں -مسلمان ہر ممکن کوشاں رہے کہ ہر دو اقوام مل کر ازادی کی

ISSN # : 3080-9746

ولنگڈن کے خلاف مظاہرہ اس کی واضح مثالیں ہیں یہ سب اس اقلیتی قوم کی طرف سے تھا جو انگریز سے آزادی چاہتی تھی مگر جواب میں اکثریتی ہندو قوم نے مسلمانوں کی متاع عظیم تاجدار مدنیہ کی شان میں گستاخیاں کیں اس کے باوجود مسلمان راہنماوں نے آزادی کے مقصد کے حصول کے لئے انہیں انفرادی کوششیں قرار دے کر صرف نظر کیا۔بعض رہنماوں نے اس مسلسل اذیت سے نجات کے لئے الگ وطن کے منصوبے پیش کئے - مگر سب سے اہم تجویز دسمبر 1929 میں آلہ اباد کے مقام پر علامہ اقبال نے پیش کی اس وقت اسے شاعرانہ تخیل قرار دیا گیا اور قوم نے توجہ نہ دی-1935 کے ایکٹ کے تحت پہلے عام صوباء انتخابات میں جب کامیابی کے بعد کانگریس نے سات صوباء وزارتیں قائم کیں تو ہندو کی ذہنیت واضح ہوگء ہندو ہندی اور رام راج کے پروگرام پر عملدرآمد شروع کیا اور مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا انہی دنوں پنڈت نہرو نے طاقت کے نشہ میں اعلان کیا کہ ہندوستان میں دو ہی طاقتیں ہیں ایک انگریز اور ایک کانگریس-جس پر قائد اعظم نے دو ٹوک جواب دیا کہ دو نہیں تیسری طاقت مسلمان بھی ہیں-انگریز اس وقت جنگ عظیم میں الجھا ہوا تھا جس کا کانگریس نے فائدہ اٹھانا چاہا اور عدم تعاون کی دھمکی دی جس پر قائد اعظم نے کہا کہ کوء آئینی ڈھانچہ ہر دو اقوام کی رضامندی کے بغیر ممکن نہیں ھے-کانگریس کی بلیک میلنگ ناکام ہوگء پیر پور کمیٹی کی رپورٹ آنے پر کانگریسی حکومتیں ختم کر دی گئیں جس پر مسلم لیگ نے یوم نجات منایا-اب مسلم لیگ عوامی تنظیم بن چکی تھی اور الگ مملکت کے قیام پر غور وخوص شروع ہو گیا قائد اعظم نے ان دنوں ٹائم اینڈ ٹائیڈ میں مضمون لکھا جس میں حالات پر روشنی ڈالی اور الگ وطن

کے مطالبہ پر غور کا ذکر کیا- یہ تھے وہ حالات جن میں ال انڈیا مسلم لیگ کے 22 تا 24 مارچ 1940 کو اقبال پارک لاھور میں اجلاس عام کا اعلان ہوا- یہ اجلاس اپنے پروگرام کے مطابق ہوا اگر چہ اجلاس سے تین روز قبل خاکساروں پر گولیاں چلنے کا افسوس ناک واقعہ ہوا مگر قائد اعظم کے اعلان کردہ پروگرام کے مطابق جلسہ ہوا قائد 22

مارچ کو بمبء سے بذریعہ ٹرین تشریف لائے اور جلوس منسوخ کر کے سیدھا خاکساروں کی تیمارداری کے لئے گئے اور اخبار نویسوں سے گفتگو میں کھا کہ یہ اجلاس ان ءتاریخ رقم کرے گا 21 مارچ کی سہ پہر قائد نے پنڈال میں رسم پرچم کشائی کی 22 مارچ کو لیگ کی کونسل کا اجلاس ہوا اور قرارداد لاھور کا مسودہ موضوعات کمیٹی کے سپرد ہوا جس نے ضروری

مسلمانوں برصغیر کا جم غفیر تھا میاں بشیر احمد نے نظم پڑھی شاہ نواز ممدوٹ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا پھر قائد نے سومنٹ انگلش میں خطاب کیا مگر جلسہ ہمہ تن گوش تھا اس کے بعد اے کے فضل حق نے قرارداد پیش کی مولانا ظفر علی خان نے اردو میں ترجمہ کیا تمام صوبوں کے نمائندوں نے تائیدی خطاب کیا شام ہونے کے باعث اجلاس اگلے روز کے لئے ملتوی ہو گیا چنانچہ 24 مارچ کو قرارداد منظور ہوگء جسے تاریخ میں قرارداد پاکستان کے نام سے شہرت ہوء مولانا ظفر علی خان نے قرارداد کی منظوری پر کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا ہے اور میں اس کی ازاد فضاوں میں سانس لے رہا ہوں جس پر قائد اعظم نے کہا کہ مولانا اپ نے تو پاکستان قائم کر دیا ہے-

قرارداد کی منظوری کے بعد مسلمان قوم میں جوش و ولولہ پیدا ہو گیا کیوں کہ اب منزل واضح تھی قوم نے علامہ اقبال کا راستہ اپنا لیا تھا ہندو پریس اس کے خلاف سرگرم ہو گیا اور اسے گاو ماتا کی تقسیم سے تشبیہ دینے لگا اس قرارداد کو ناکام بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا مگر یہ مسلمانوں کے دلوں کی آواز بن گءتھی اور مسلمان لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد ہو چکے تھے پھر دنیا نے دیکھا کہ 1946 کے انتخابات جو قیام پاکستان کے نام پر لڑے گئے نتائج کے اعتبار سے لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت قرار پاء اور قرارداد کی منظوری کے سات سال بعد 14 اگست کو پاکستان قائم ہو گیا ہندو نے قیام پاکستان کے بعد بھی پاکستان کے وجود کو دل سے قبول نہ کیا اور اسے ختم کرنے کی مسلسل سعی جاری رکھی 1948، 1965، اور 1971 کی جنگیں اسی کا واضح ثبوت ھیں المیہ مشرقی پاکستان اور مسئلہ کشمیر ہندو کے عزائم کا واضح ثبوت ہیں-

پاکستان جسے ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا مگر افسوس کہ یہاں اسلام کو نعرہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہم نے قیام پاکستان کے بعد اس کے مقاصد کے مخالف سمت سفر شروع کر دیا جس کی سزا بھی سقوط ڈھاکہ کی صورت بھگت چکے کیں مگر ابھی بھی سبق نہیں لیا-

23 مارچ یوم عہد ہے یوم احتساب ہے کہ ہم نے جن مقاصد کے لئے یہ وطن حاصل کیا تھا ہم نے اس جانب کس قدر سفر کیا ھے-؟ اج کے روز ہر شخص اپنا محاسن کرے کہ اس نے مملکت کی تعمیر و استحکام کے لئے اپنی ذمہ داریاں کس قدر پوری کی ھیں اج کے روز ہر شخص وہ جس شعبہ سے بھی تعلق رکھتا ھے عہد کرے کہ وہ پاکستان کے استحکام کے لئے اپنا فرض ادا کرے گا-

ISSN # : 3080-9746

”اصل قلم اور مصنوعی ذہانت: شک کے اس عہد میں لکھاری کی پہچان“

تحریر: رخسانہ سحر

ادب کے موجودہ منظرنامے میں ایک نیا جملہ تیزی سے عام ہو رہا ہے۔

”اتنا اچھا لکھا ہے، ضرور مصنوعی ذہانت سے لکھوایا ہوگا۔“

یہ جملہ محض طنز نہیں، ہمارے عہد کی فکری الجھن اور اعتماد کے بحران کی علامت ہے۔ کبھی عمدہ تحریر داد سمیٹتی تھی، آج وہی تحریر شبہے کی زد میں آ جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ شک درست ہے؟ اور اگر ہے تو کس حد تک؟

یہ حقیقت ہے کہ عہدِ حاضر میں مصنوعی ذہانت نے تحریر نویسی کو حیران کن حد تک سہل بنا دیا ہے۔ چند نکات دیجیے اور مربوط، منظّم اور بظاہر ادبی متن سامنے آ جاتا ہے۔ ایسے میں اگر کسی نوآموز لکھنے والے کی تحریر اچانک غیر معمولی پختگی اختیار کر لے تو سوال اٹھنا فطری ہے۔ جب ہر موضوع پر یکساں معیار اور یکساں توازن دکھائی دے تو ذہن شبہے کی طرف جاتا ہے۔

مگر ہر اچھی تحریر کو مصنوعی سمجھ لینا بھی ناانصافی ہے۔ زبان پر قدرت، خیال کی ترتیب اور اظہار کی مہارت برسوں کی ریاضت کا حاصل ہوتی ہے۔ مطالعہ مشاہدہ، تجربہ اور مسلسل مشق ایک لکھاری کی شخصیت کو تراشتے ہیں۔ اگر ہر منظّم جملہ مشکوک ہو جائے تو ادب کی قدر ہی ختم ہو جائے گی۔

اصل مسئلہ اعتماد کے بحران کا ہے۔ ٹیکنالوجی نے انسانی اظہار کی نقل اس مہارت سے ممکن بنا دی ہے کہ اصل اور نقل کے درمیان لکیر مدھم ہو گئی ہے۔ اسی کے ساتھ سہولت پسندی نے بھی ماحول کو متاثر کیا ہے۔ کچھ لوگ واقعی مکمل انحصار کرنے لگے ہیں جس سے مجموعی فضا مشکوک بن گئی ہے۔

مصنوعی ذہانت معلومات کی رفتار، ترتیب اور وسعت میں انسان سے آگے جا سکتی ہے۔ وہ ہزاروں حوالوں کو یکجا کر کے مربوط متن بنا سکتی ہے۔ اس کی یادداشت وسیع اور رسائی فوری ہوتی ہے۔ وہ تھکتی نہیں الجھتی نہیں اور جذباتی دباؤ کا شکار نہیں ہوتی۔

مگر اصلی انسانی ذہانت کا میدان مختلف ہے۔ انسان صرف معلومات نہیں تجربہ بھی رکھتا ہے۔ وہ دکھ سہتا ہے محبت کرتا ہے ناکامی سے گزرتا ہے داخلی کشمکش سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کی تحریر میں زندگی کی حرارت جذبات کی پیچیدگی اور احساس کی سچائی شامل ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت اظہار کی نقل کر سکتی ہے مگر تجربے کی اصل کیفیت پیدا نہیں کر سکتی۔

مصنوعی ذہانت کا متن عموماً متوازن شائستہ اور غیر متنازع ہوتا ہے۔ اس میں فکری ترتیب اور منطقی تسلسل نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس انسانی تحریر میں کبھی بے ساختگی کبھی جذباتی جھول کبھی ادھورا پن اور کبھی تضاد بھی ملتا ہے اور یہی اس کی زندگی کی علامت ہے۔

اصل اور نقل کی پہچان مکمل طور پر ناممکن نہیں۔ حقیقی لکھاری کی تحریر میں ذاتی مشاہدات مخصوص حوالہ جات اور داخلی تجربات کی جھلک ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب پہچانا جا سکتا ہے۔ الفاظ کا انتخاب، جملوں کی ساخت اور تشبیہات کا انداز اس کی شناخت بن جاتے ہیں۔ مصنوعی متن عمومی سطح پر عمدہ ہوتا ہے، مگر شخصی رنگ کم رکھتا ہے۔

سب سے پہلے تخلیقی دیانت کو فروغ دینا ہوگا۔ رہنمائی لینا جرم نہیں مگر مکمل انحصار اخلاقی سوال ضرور ہے۔ دوسرا لکھاری کو اپنے تخلیقی عمل میں شفافیت رکھنی چاہیے۔ مسودے تدوین اور فکری سفر کو سنبھال کر رکھنا اعتماد پیدا کرتا ہے۔ تیسرا، سب سے اہم چیز اپنی انفرادی آواز کو مضبوط کرنا ہے۔ جو تحریر شخصی ہوگی مقامی رنگ اور ذاتی تجربے سے جڑی ہوگی وہ کم مشکوک ہوگی۔

ٹیکنالوجی کو معاون کے طور پر قبول کرنا دانشمندی ہے مگر اسے متبادل بنا دینا خطرناک ہو سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت عمومی معیار کو بلند کر سکتی ہے مگر انفرادیت پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ ترتیب دے سکتی ہے مگر درد نہیں جھیل سکتی۔ وہ جملہ بنا سکتی ہے مگر احساس نہیں جی سکتی۔

آخرکار وقت سب سے بڑا منصف ہے۔ مصنوعی مہارت عارضی ہو سکتی ہے مگر حقیقی تخلیق دیرپا ہوتی ہے۔ لکھاری کا اصل سرمایہ اس کی پہچان ہے۔ اگر اس کی تحریر میں اس کی ذات اس کا لہجہ اور اس کا تجربہ جھلکتا رہے تو شبہات خود بخود کم ہوتے جائیں گے۔

شاید ہمیں اس عہد میں ایک نئی بصیرت کی ضرورت ہے
مصنوعی ذہانت مقابل نہیں ایک ذریعہ ہے۔
اصل سوال یہ نہیں کہ کس نے لکھا
اصل سوال یہ ہے کہ تحریر میں زندگی کتنی ہے۔

ISSN # : 3080-9746

ماہ رمضان المبارک

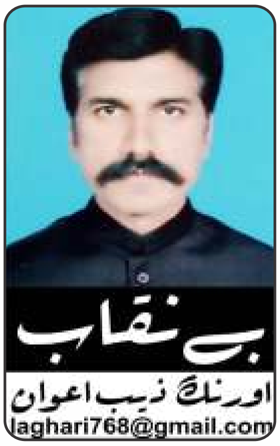

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اس قدر محبت کرتا ہے ۔ کہ وہ اس کو کسی پریشانی، مشکل میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا ۔ وہ قدم قدم پر اس کی بخشش اور نجات کے لیے اسباب پیدا کرتا ہے ۔ یہ اسباب صرف اور صرف امت مسلمہ کے لیے نہیں ۔ بلکہ انسانیت کے لیے ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا رب ہے ۔ ماہ رمضان المبارک رحمت، بخشش اور نجات پر مشتمل مہینہ ہے ۔ اگر کوئی شخص اس مقدس مہینہ میں ایک نیکی کرتا ہے ۔ تو رب العزت اسے ستر نیکیوں کا ثواب عطا کرتا ہے ۔ کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے ۔ وہ اپنی مخلوق کی بخشش کے لیے لامحدود اسباب پیدا کرتا ہے ۔ ماہ رمضان المبارک انسان کو یہ درس دیتا ہے ۔ کہ اسے دوسروں کی بھوک پیاس کا خیال رکھنا چاہیے ۔ اور زیادہ سے زیادہ راہ خدا میں صدقہ و خیرات کرنا چاہیے ۔ محض بھوکا پیاسا رہ کر یہ ظاہر نہ کرے ۔ کہ اس نے روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کو قطعا کسی کی بھوک پیاس نہیں چاہیے ۔ بلکہ وہ تو نیتوں کو دیکھتا ہے ۔ کہ کس کی کیا نیت ہے ۔ امت مسلمہ کے اس ماہ مقدس کا احترام غیر مسلم بھی کرتے ہیں ۔ وہ اس ماہ مقدس میں تمام اشیاء ضروریہ کی قیمتوں میں کمی کر دیتے ہیں ۔ کیونکہ ان کے قریب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی زیادہ اہمیت کی حامل ہے ۔ جبکہ مسلمان اس ماہ مقدس کو ماہ منافع سمجھ کر اشیاء ضروریہ کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ کر دیتے ہیں ۔ کیا ایسے اعمال سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا ۔ ہرگز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو وہ غیر مسلم بہتر ہے ۔ جس نے اس کی مخلوق کے لیے آسانی پیدا کی ۔ ہم لوگ بس نام کے مسلمان ہیں. ہمارا کردار اور عمل غیر مسلموں سے بھی کمتر ہے ۔ ماہ رمضان المبارک تو ہم مسلمانوں کا ایک امتحان ہے ۔ جس میں دیکھا جاتا ہے ۔ کہ ہم دوسروں کے لیے کس قدر آسانیاں پیدا کرتے ہیں ۔ نا کہ اپنے گھروں کے دستر خوان وسیع کرے۔

سحری اور افطاری میں سینکڑوں کھانے بنا کر ہم دن بھر کی بھوک پیاس مٹانے کے چکر میں غریب اور مستحق افراد کو بھول جاتے ہیں ۔ اگر ہم لوگوں نے دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر ہم اپنا دسترخوان ہی سجانا ہے ۔ تو ایسے روزوں کی اللہ تعالیٰ کو قطعا ضرورت نہیں ۔ اصل روزہ تو دوسروں کی ضروریاتِ کا خیال رکھنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کے لیے مختلف مواقع پیدا کیے ہیں ۔ ربیع الاول میں اپنے محبوب مصطفیٰ کی پیدائش کا جشن رکھا ہے. محرم الحرام کو شہزادوں کی عظیم شہادت سے منسوب کیا ہے. رجب المرجب کو معراج کی نسبت سے فضیلت حاصل ہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کے لیے اپنے محبوب مصطفیٰ کو عرش معلیٰ پر بلایا تھا ۔ یہ تمام واقعات امت مسلمہ کو زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کا درس دیتے ہیں پیدائش، شہادت، دیدار خدا سب میں عقل والوں کے لیے حکمت پوشیدہ ہے ۔ رمضان المبارک اس قدر رحمتوں و برکتوں والا مہینہ ہے ۔ جس شخص کو اس ماہ المبارک کی سعادت حاصل ہوتی ہے ۔ اور وہ اس کی برکتوں سے مستفید ہوتا ہے ۔ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

غیر مسلم بھی اس ماہ مقدس رمضان المبارک کی فضیلت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں ۔ وہ مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ ادا کر کے اس مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں ۔ جس پر ایک پرہیز گار مسلمان بھی نہیں ہو سکتا ۔ اللہ رب العزت تمام مخلوق کا رب ہے وہ لوگوں کے اعمال اور نیتوں سے بخوبی واقف ہے ۔ خدارا اس ماہ مقدس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا وسیلہ سمجھے، نا کہ ناجائز منافع خوری کا ذریعہ.

ISSN # : 3080-9746

ایک لمحہ، ایک رکاوٹ اور پوری سوچ کا امتحان

زندگی ہمیں اکثر ایسے مناظر دکھاتی ہے جو بظاہر معمولی ہوتے ہیں مگر اپنے اندر گہرے اسباق سموئے ہوتے ہیں۔ انسان روزمرہ کے حالات میں جن رویّوں، فیصلوں اور ردِعمل سے گزرتا ہے، وہی دراصل اس کی شخصیت، سوچ اور ایمان کی حقیقی تصویر بناتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو زندگی کا ہر واقعہ ہمیں کچھ نہ کچھ سکھانے آتا ہے، شرط صرف یہ ہے کہ ہم سیکھنے کی نیت رکھتے ہوں۔

کسی سنسان جگہ پر خیر اور بھلائی کا مرکز قائم ہونا اس حقیقت کی یاد دہانی ہے کہ ویرانی ہمیشہ مستقل نہیں رہتی۔ جہاں خاموشی، غفلت یا بے توجہی ہو، وہاں اگر نیت درست ہو تو روشنی بھی جنم لے سکتی ہے۔ انسان کی زندگی میں بھی ایسے ہی دور آتے ہیں جب سب کچھ ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے، مگر یہی وقت نئی ابتدا کا دروازہ بن سکتا ہے۔

زندگی میں نظم و ضبط اور اجتماعی ذمہ داری کی بڑی اہمیت ہے۔ جب لوگ ایک مقصد کے تحت اکٹھے ہوتے ہیں تو اتحاد پیدا ہوتا ہے، اور اتحاد ہی اصل طاقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مل کر کیا گیا عمل فرد کی ذات سے آگے بڑھ کر معاشرے پر اثر ڈالتا ہے۔ راستے میں اچانک رکاوٹ آ جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ اصل امتحان اس لمحے شروع ہوتا ہے جب سب کچھ درست چل رہا ہو اور اچانک تسلسل ٹوٹ جائے۔ ایسے موقع پر انسان کا ردِعمل اس کے باطن کو ظاہر کرتا ہے، کہ وہ صبر اختیار کرتا ہے یا غصے میں بکھر جاتا ہے۔

کبھی کبھار ذمہ دار سمجھے جانے والے افراد سے بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت تلخ ضرور ہے مگر ناقابلِ انکار نہیں۔ دانشمندی اسی میں ہے کہ ہم نیت اور اصلاح کے فرق کو سمجھیں، کیونکہ ہر غلطی بدنیتی کا نتیجہ نہیں ہوتی۔

اپنی اصلاح کے لیے رک جانا کمزوری نہیں بلکہ شعور کی علامت ہے۔ جو شخص خود کو درست کرنے کے لیے ایک قدم پیچھے ہٹتا ہے، وہ دراصل آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے۔

پاکیزگی، شفافیت اور درست نیت ہی کسی بھی عمل کو وزن عطا کرتی ہے۔ غصہ آ جانا انسانی فطرت ہے، مگر اس غصے کو سمجھداری سے سنبھالنا اصل کمال ہے۔ نظم ٹوٹنے پر بے چینی ہونا اس بات کی علامت ہے کہ انسان اصولوں کو اہمیت دیتا ہے۔ تاہم یہی بے چینی اگر تحمل میں بدل جائے تو اصلاح کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ فیصلے جذبات کے بجائے بصیرت سے کرنے چاہییں۔ وقتی ردِعمل اکثر معاملات کو بگاڑ دیتا ہے، جبکہ صبر اور انتظار بہت سی الجھنوں کو خود بخود سلجھا دیتا ہے۔

دوبارہ آ کر ذمہ داری پوری کرنا اعلیٰ ظرفی کی نشانی ہے۔ جو شخص ادھورا چھوڑے گئے کام کو مکمل کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے، وہی اصل کامیاب انسان ہے۔ تکمیلِ عمل اس بات کا اعلان ہے کہ نیت میں سچائی موجود ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں انجام کی خوبصورتی ابتدا کی تلخی کو دھندلا دیتی ہے۔ زندگی میں کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ شروعات سوالیہ نشان بن جاتی ہیں، مگر اختتام جواب بن کر سامنے آتا ہے۔ اِنسان کو دوسروں کی کمزوریوں کو سمجھنا سیکھنا چاہیے۔ سختی اور الزام تراشی مسائل کو بڑھاتی ہے، جبکہ برداشت اور اصلاح مسائل کو گھٹاتی ہے۔ معاشرے کی بہتری بھی اسی سوچ سے جڑی ہے۔

زندگی کا حسن اسی میں ہے کہ انسان خود کو بہتر بنانے کے عمل میں مصروف رہے۔ ہر رکاوٹ ہمیں اپنے اندر جھانکنے کا موقع دیتی ہے کہ کہیں ہمیں بھی اپنی نیت، طریقے یا ترجیحات کو درست کرنے کی ضرورت تو نہیں۔

کامیابی ہمیشہ سیدھے راستے سے نہیں ملتی۔ کبھی رکنا پڑتا ہے، کبھی مڑنا پڑتا ہے، اور کبھی خود کو ازسرِنو ترتیب دینا پڑتا ہے۔ یہی مراحل انسان کو مضبوط بناتے ہیں۔

اجتماعی معاملات میں ذمہ داری کا احساس فرد کی پہچان بن جاتا ہے۔ جو شخص نظم، اصول اور تکمیل پر یقین رکھتا ہے، وہی اعتماد کے قابل سمجھا جاتا ہے۔

زندگی ہمیں یہ سبق بھی دیتی ہے کہ ادھورا پن بے چینی پیدا کرتا ہے، جبکہ تکمیل سکون عطا کرتی ہے۔ اس لیے جو کام شروع کریں، اسے انجام تک پہنچانے کا حوصلہ بھی رکھیں۔

اصلاح کے دروازے ہمیشہ کھلے رہنے چاہییں۔ جو معاشرہ اصلاح کو قبول کرتا ہے، وہی ترقی کرتا ہے۔ ضد اور انا انسان کو پیچھے دھکیل دیتی ہیں۔

ہر انسان کو موقع ملنا چاہیے کہ وہ خود کو درست کر سکے۔ یہی سوچ باہمی اعتماد کو جنم دیتی ہے اور تعلقات کو مضبوط بناتی ہے۔

زندگی میں اصل قدر نیت کی ہے۔ اگر نیت صاف ہو تو غلطی بھی سبق بن جاتی ہے، اور اگر نیت خراب ہو تو درست قدم بھی نقصان دے سکتا ہے۔

ہمیں یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ وقتی مشکلات مستقل نہیں ہوتیں۔ صبر کے ساتھ کی گئی کوشش بالآخر رنگ لاتی ہے اور راستے خود بننے لگتے ہیں۔

زندگی کا پیغام واضح ہے رک جانا ناکامی نہیں، واپس آ کر مکمل کرنا کامیابی ہے۔ یہی فرق انسان کو عام سے خاص بناتا ہے۔ زندگی ہمیں نظم، صبر، اصلاح اور تکمیل کا سبق دیتی ہے۔ جو شخص ان اصولوں کو اپنا لیتا ہے، وہ نہ صرف خود سنبھل جاتا ہے بلکہ دوسروں کے لیے بھی آسانی کا سبب بن جاتا ہے۔ زندگی بار بار دہراتی ہے، بس سننے والا دل اور سمجھنے والی نظر ہونی چاہیے۔

ISSN # : 3080-9746

نئے تعلقات کی ابتداء اور غلط راستہ

حفیظ اللہ خان

اب میری عادت تو ایسی تھی نہیں کہ اسے ترک کر سکتی اور یہی حقیقت تھی کہ میں اس سہیلی ریحانہ سے بہت زیادہ قریب تر ہوتی جارہی تھی۔ وہ میری زندگی کا حصہ بنتی جارہی تھی اور ہمارے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہو چکا تھا جس نے میری دنیا کو بدل ڈالا تھا۔ ایک دن جب ہم بیٹھے باتیں کر رہی تھیں میری نظر ان کے ہاتھ میں موجود فون پر پڑی۔ میں نے جب فون کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگی، "یہ۔ یہ تو کامران نے مجھے بھیجا ہے!!!!! کامران جوان کا تایا زاد تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے بھی ایسا ہی فون دلا سکتی ہوں۔" ریحانہ نے سوالیہ انداز میں کہا!

اب میرے ذہن میں سوال آیا کہ فون کون مجھے بھیجے گا؟ ریحانہ نیصاف بتایا کہ کمال نے مجھے آپ سے دوستی کا کہا ہے اس سے دلوا سکتی ہوں۔ کمال! جو زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا ہمارے گاؤں کا رہائشی ہی تھا۔ خوبصورت سمارٹ لمبے بال قد تھوڑا سا چھوٹا تھا اور اس کے سٹال نے اسے منفرد بنایا تھا۔۔ میں نے کچھ لمحوں کے لئے اس پر غور کی اور اپنی خواہشات اور اس نئی دنیا کے ساتھ تعلقات کو اہمیت دی۔ ریحانہ نے جب مجھے فون کی پیشکش کی تو میرے دل میں ایک کشمکش پیدا ہوئی۔ کچھ دیر تک سوچنے کے بعد میں نے ہاں کر دی۔ "ہاں، مجھے کمال سے دوستی پسند ہے یہ سوچ کر کہ جنس مخالف سے بات چیت ہوگی۔" کمال نہ سہی کوئی مرد تو ہے جس سے گپ شپ ہوگی۔۔۔

میرے دل میں ایک عجیب سی خواہش اور تسکین پیدا ہوئی۔ کچھ دنوں بعد ریحانہ نے کمال کا وہ فون مجھے بھیجوا دیا۔ یہ فون ایک دروازہ تھا جو مجھے ایک نئی دنیا کی طرف لے جارہا تھا لیکن میں اس وقت اسے سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی کیونکہ نفس عقل پر غالب تھی۔ میرے لئے وہ فون ایک سائنسی ایجاد نہیں بلکہ ایک نئے تعلق کی ابتدا تھی۔ اس فون کے ذریعے میں نے اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں ڈوبتے ہوئے پایا جہاں پر میری معصومیت اور اصولوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ اس فون کے ساتھ آنے والی باتیں اور تعلقات میری زندگی کی کایا پلٹ دیں گیاور میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ میری تقدیر کا حصہ بن جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلی کال محبت کی پہلی سیڑھی:

یہ ایک سرد رات تھی اور گھر میں سب گہری نیند سو رہے تھے۔ میرے دل میں عجیب سی بے چینی تھی جیسے کچھ خاص ہونے والا ہو وہی فون جو میں نے بڑی مشکل سے بیڈ کے نیچے چھپا رکھا تھا میری جان بن چکا تھا۔ اس رات جب کمرے میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا گھڑی کی

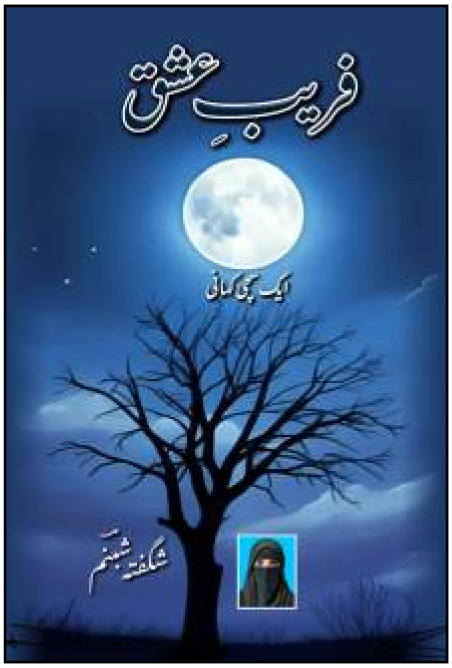

سوئیاں جیسے آہستہ آہستہ رات کے گزرنے کی گواہی دے رہی تھیں اچانک فون کی اسکرین پر روشنی چمکی۔۔۔۔ دل جیسے رُک سا گیا۔

یہ کمال کی پہلی کال تھی۔ وقت تھا 1 بج کر 12 منٹ۔ فون کی اسکرین پر اس کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ میرے کانوں میں دل کی دھڑکنوں کی آواز گونج رہی تھی۔ میں نے کانپتے ہاتھوں سے فون کو اٹھایا لیکن سبز بٹن دبانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ کئی لمحے ایسے ہی گزر گئے۔ کیا کروں؟؟ فون اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں؟ آخر کار جیسے کسی جادو کے زیر اثر میں نے سبز بٹن دبا دیا۔

ہیلو شگفتہ!!!" کمال کی آواز تھی نرم، گہری اور دل میں اتر جانے والی۔ " کیسی ہو، میری جان؟" یہ الفاظ میرے کانوں میں رس گھولنے لگے۔ کسی اجنبی کا مجھے "میری جان" کہہ کر بلانا یہ ایسا تجربہ تھا جسے میں نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو ایسا لگا جیسے دنیا تھم گئی ہو اور میرے ارد گرد صرف کمال کی آواز ہو۔

میں نے دھیرے سے کہا، "ٹَ،، ٹھیک ہوں۔" میری آواز میں ایک لرزش تھی جو میرے دل کے حال کو بیان کر رہی تھی۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ اُس وقت میں بے حد ڈری ہوئی تھی۔۔۔۔ اور دل میں ہزاروں وسوسے چل رہے تھے۔ لیکن کمال کی باتیں جیسے میرے خوف کو کم کر رہی تھیں۔

ہم آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ "تمہاری آواز بہت پیاری ہے،" کمال نے کہا۔ میرے گال شرم سے سرخ ہو گئے۔ دل نے چاہا کہ کچھ کہوں۔۔۔۔۔ لیکن الفاظ جیسے لبوں پر آ کر رک گئے ہو۔

کیا تم جانتی ہو، شگفتہ؟ میں کئی دنوں سے تم سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں ہو رہی تھی موقع کی تلاش میں تھا۔" کمال نے کہا۔

میں نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا، "پھر آج کیسے کال کی؟"

کمال ہنس کر بولا، " کیونکہ آج میں تم سے زیادہ دور نہیں رہ سکتا تھا تم میرے دل میں بس گئی ہو، شگفتہ۔"

یہ جملے میرے دل کو ایک عجیب سی خوشی دے رہے تھے جیسے کسی نے میرے وجود کو تسلیم کیا ہو۔ لیکن ساتھ ہی دل میں ایک خوف بھی تھا کہ اگر امی، ابو نے سن لیا تو کیا ہوگا؟

میں نے آہستہ سے کہا، "سب سو رہے ہیں۔ آہستہ بولو، کہیں کوئی جاگ نہ جائے۔"

"ڈرو مت، شگفتہ۔ یہ رات ہے اور یہ رات ہماری ہے۔۔۔۔ ارے ہم کسی کے جاگنے سے نہیں ڈرتے۔" کمال نے ہنستے ہوئے کہا:

ہماری باتیں دھیرے دھیرے جذباتی ہوتی گئیں۔ کمال مجھ سے میرے خوابوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا میری پسند ناپسند کے بارے میں جاننا چاہتا تھا اور میں جو ہمیشہ خاموش رہتی تھی پہلے تو ہچکچا رہی تھی پھر آہستہ آہستہ اپنے دل کی باتیں کرنے لگی۔

کمال نے کہا" شگفتہ، میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ تم صرف ایک بار کہو کہ تم میری ہو اور میں دنیا کے سامنے تمہاری محبت کا اعلان کر دوں گا۔"

ISSN # : 3080-9746

یہ سن کر میرے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی خواب میں ہوں اور یہ سب حقیقت نہ ہو میں نے کانپتے ہوئے کہا " کمال، یہ سب اتنا آسان ہے؟؟؟۔"

کمال نے کہا " کچھ بھی آسان نہیں ہوتا، شگفتہ۔ لیکن محبت کے لیے سب کچھ ممکن ہے تم دیکھنا ایک دن میں تمہاری دنیا بدل دوں گا۔"

ہم دونوں کی آوازیں دھیرے دھیرے اور بھی نرم ہو گئیں۔ کمال کی باتیں میرے دل کو ایک نئی امید دے رہی تھی لیکن ساتھ ہی ایک انجانا سا خوف بھی میرے دل میں بس رہا تھا کہیں یہ خواب نہ ہو جو صبح ہوتے ہی ٹوٹ جائے۔

میں نے آہستہ سے کہا، "ہاں، لیکن ڈر لگتا ہے۔"

کمال نے کہا، "ڈر کو چھوڑ دو، شگفتہ!! یہ زندگی کا ایک نیا سفر ہیا ور میں تمہارے ساتھ ہوں انہی سخنِ اُلفت میں کمال کے تین گھنٹوں کا پیکیج ختم ہوا صبح ساڑھے چار بجیا نہی مسرور یادوں میں شاید میری آنکھ لگ گئی تھیں۔"

اس رات کی باتیں میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا وہ لمحے جو میں نے کمال کے ساتھ فون پر گزارے وہ میرے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو گئیو ہ پہلی کال، وہ پہلی باتیں، وہ دل کی دھڑکنیں، سب کچھ جیسے کسی خواب کی طرح لگ رہا تھا۔

لیکن ساتھ ہی میرے دل میں ایک سوال بھی تھا۔ کیا یہ سب سچ ہے؟ کیا یہ محبت ہیا ایک دھوکہ؟ یہ سوال میرے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو گیا لیکن اس وقت میں صرف کمال کی باتوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

رات گزر گئی اور کمال کی آواز میرے دل میں رہ گئی۔ وہ لمحے میرے لیے ہمیشہ خاص تھیکیونکہ وہ میری زندگی کا ایک نیا آغاز تھا لیکن ساتھ ہی وہ لمحے میرے دل میں ایک انجانے خوف کی گونج بھی چھوڑ گئے تھیجو مجھے ہمیشہ یاد دلائے گا کہ اس راستے میں سفر آسان نہیں ہوگا۔

(جاری ہے)

ISSN # : 3080-9746

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر سلیم خان

معروف زرعی سائنسدان ڈاکٹر سلیم خان (مرحوم) کی علمی، تحقیقی اور سماجی خدمات

زرعی تحقیق، تعلیم اور فلاحِ عامہ میں گراں قدر کردار

یار حسین، ضلع صوابی سے تعلق رکھنے والے ممتاز ماہر نباتات اور ویڈ سائنسدان ڈاکٹر سلیم خان ولد میر زمان خان مرحوم نے اپنی پوری زندگی زرعی تحقیق، گندم کی نئی اقسام کی تیاری اور کسانوں کی فلاح کے لیے وقف کیے رکھی۔ آپ محلّہ معروف خیل، گاو?ں و ڈاک خانہ یار حسین کے رہائشی تھے جبکہ عبدالولی خان یونیورسٹی مردان میں بطور پرووسٹ بھی خدمات انجام دیتے رہے۔

ڈاکٹر سلیم خان 8 جنوری 1943 کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے پی ایچ ڈی پلانٹ سائنسز (ویڈ سائنس) یونیورسٹی آف آئیڈاہو، امریکہ سے 1992 میں حاصل کی۔ اس سے قبل ایم ایس پلانٹ بریڈنگ/ایگرونومی امریکن یونیورسٹی بیروت (1972) اور ایم ایس سی بوٹنی یونیورسٹی آف پشاور (1967) سے مکمل کی۔

انتظامی و تحقیقی خدمات

مرحوم زرعی یونیورسٹی پشاور کے سنڈیکیٹ ممبر (گورنر کے نامزد کردہ 2012 تا 2015)، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان (بونیر کیمپس) کے کوآرڈینیٹر، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان کے پرووسٹ (2011–2012) اور ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ کے پرووسٹ (2006–2011) رہے۔ اس کے علاوہ اسسٹنٹ پروفیسر بوٹنی کے فرائض بھی انجام دیے۔

تحقیقی میدان میں انہوں نے 1967 سے 2003 تک مختلف قومی اداروں میں خدمات انجام دیں جن میں اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر، ویڈ سائنس PARC، اسسٹنٹ بوٹنسٹ سیریلز، ڈپٹی ڈائریکٹر (مانیٹرنگ اینڈ ایویلیوایشن) اور CCRI میں ویٹ بوٹنسٹ جیسے اہم عہدے شامل ہیں۔

گندم کی تحقیق اور کسانوں کی تربیت

ڈاکٹر سلیم خان خیبر پختونخوا کے مختلف زرعی ماحولیاتی علاقوں کے لیے گندم کی نئی اقسام اور پیداواری ٹیکنالوجی کی تیاری میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے۔ وہ قومی یکساں گندم پیداوار آزمائش (NUWYT) کے صوبائی کوآرڈینیٹر بھی رہے۔

انہوں نے نیشنل یونیفارم ویٹ ییلڈ ٹرائلز اور ایڈاپٹو ریسرچ ٹرائلز کا انعقاد کیا، ایکسٹینشن ورکرز اور کسانوں کو بیج کی تیاری کی تربیت دی، ریڈیو کے ذریعے گندم کی اقسام کے فروغ پر آگاہی فراہم کی، جبکہ صوبائی و وفاقی سطح کے اعلیٰ اجلاسوں میں گندم کی تحقیق و ترقی کے حوالے سے فعال شرکت کی۔ اس کے علاوہ گندم کے تحقیقی پروگرام کی تیاری، عمل درآمد اور نگرانی بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل رہی۔

تربیت، اشاعتیں اور عالمی کانفرنسز

مرحوم نے 1982 میں فلپائن کے IRRI منیلا میں انٹیگریٹڈ پیسٹ منیجمنٹ، 1991 میں امریکہ میں کمیونیکیشن اسکلز اور آرکنساس میں ریسرچ پروپوزل رائٹنگ کی تربیت حاصل کی۔

آپ کی نمایاں تحقیقی اشاعتوں میں شوگر بیٹ پر جڑی بوٹی مار ادویات کے اثرات، خیبر پختونخوا میں گندم کی اقسام کی ترقی، گندم کی پیداوار پر تحقیقی مطالعات، وائلڈ اوٹس اور اسپرنگ ویٹ سے متعلق مقالے اور سالانہ ٹیکنیکل بلیٹنز شامل ہیں۔

ڈاکٹر سلیم خان نے ہوائی (1989)، سیاٹل (1991) اور لوئی ول کینٹکی امریکہ میں منعقدہ ویڈ سائنس کی عالمی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

تیار کردہ گندم کی اقسام

ڈاکٹر سلیم خان کی تیار کردہ گندم کی قسم "Saleem-2000" باقاعدہ ریلیز ہو کر صوبہ خیبر پختونخوا میں زیرِ کاشت ہے۔ دیگر اقسام میں:

- نوشہرہ–96
- سلیمان–96
- سلیم–2000
- حیدر–2000
- باجوڑ–2000

سماجی و فلاحی خدمات

ریٹائرمنٹ کے بعد بھی مرحوم گاو?ں اور علاقے کی فلاح و بہبود کے کاموں میں پیش پیش رہے۔ دورانِ ملازمت بھی انہوں نے بے شمار افراد کو جائز بنیادوں پر روزگار کے حصول میں مدد فراہم کی۔

اُنہوں نے یار حسین کی جامع مسجد التقویٰ کے لیے دو کنال سے زائد زمین عطیہ کی اور اپنی نگرانی میں ایک مثالی مسجد و درس گاہ تعمیر کروائی جو آج تعلیم و تربیت کے ساتھ فلاحی سرگرمیوں کا اہم مرکز بن چکی ہے۔ اپنے آبائی محلے کی مسجد کی ازسرِنو تعمیر بھی ان کا دیرینہ خواب تھا جو وفات سے چند ماہ قبل مکمل ہوا۔

ماضی میں کمیونٹی کی درخواست پر، ہزارہ یونیورسٹی کے پرووسٹ کی حیثیت سے، وائس چانسلر ڈاکٹر احسان اللہ کی ہدایت پر کویت تشریف لائے تاکہ پاکستانی طلبہ کے لیے گریجویٹ سطح کے کیمپس کے قیام کا حل تلاش کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مقامی تعلیمی ذمہ داران اور پاکستانی کمیونٹی کی معروف شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ اگرچہ قانونی اور مالی رکاوٹوں کے باعث یہ منصوبہ پایہ? تکمیل تک نہ پہنچ سکا، تاہم مرحوم نے ہمیشہ پاکستانی طلبہ کے لیے ہزارہ یونیورسٹی اور بعد ازاں عبدالولی خان یونیورسٹی مردان کے دروازے کھلے رکھے۔

مرحوم کو اسلامی اور سائنسی کتب کے مطالعے کا خصوصی شوق تھا۔ ڈاکٹر سلیم خان مرحوم کی وفات سے زرعی و تعلیمی حلقوں میں گہرے رنج و غم کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ان کی علمی، تحقیقی اور سماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سلیم خان مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل دے۔

آمین یا رب العالمین

ISSN # : 3080-9746

کشمیریوں سے اظہار یکجہتی

5 فروری کو الحمرا آرٹس کونسل میں پر وقار تقریب کا انعقاد

رپورٹ : اصغر علی کھوکھر

5 فروری 2026 ء کو الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں وزارت اطلاعات و ثقافت کے زیر اہتمام کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کے لیے ایک پر وقار تقریب کا انعقاد ہوا۔

تقریب کی مہمان خصوصی پنجاب کی وزیر اطلاعات و ثقافت محترمہ عظمیٰ بخاری تھیں ۔تقریب جس میں عوام نے بھرپور شرکت کی میں جو اہم شخصیات شریک ہوئیں ان میں کشمیری رہنما انجینئر مشتاق محمود، سید گلشن احمد شاہ، شیخ عبدالمتین اور شیخ عبدالمجید کے علاوہ سیکرٹری اطلاعات و ثقافت پنجاب طاہر رضا ہمدانی، پارلیمانی سیکرٹری انفارمیشن و کلچر محترمہ شازیہ رضوان، چیئرمین الحمرا آرٹس کونسل رضی احمد اور ڈائریکٹر بزم اقبال لاہور ڈاکٹر تحسین فراقی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مہمانان گرامی اور حاضرین و ناظرین نے کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کے لیے کھڑے ہو کر ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ عظمیٰ بخاری نے کہا کہ پاکستانی عوام کے دل مظلوم کشمیریوں کے دلوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ پاکستان بطور مسئلہ کشمیر کے اہم فریق اور وکیل حالات پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ہم سیاسی، اخلاقی اور سفارتی محاذوں پر بھارت کے زیر عتاب کشمیروں کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں اور اس وقت تک کھڑے رہیں گے جب تک کشمیری بھائیوں کو آزادی حاصل نہیں ہو جاتی۔ اقوام عالم کو چاہیے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرائیں تا کہ بھارت سرکار کے کشمیریوں پر ظلم و جبر کا دروازہ مستقبل بند ہو سکے۔ حیرت ہے کہ بھارت سرکار مقبوضہ وادی میں نہتی خواتین کو بطور جنگی ہتھیار استعمال کر رہی ہے، کشمیریوں کی نسل کشی جارہی ہے مگر دنیا بھر کے سب منصف خاموش ہیں۔ یہ سلسلہ اب بند ہونا چاہیے تا کہ اس خطے میں جنگ کے منڈلاتے خطرات ٹل سکیں۔ کشمیری رہنما شیخ عبدالمتین نے کہا کہ کشمیری قیادت کسی کے سامنے جھکنے والی ہے، نہ بکنے والی ہے۔ جب پاکستان کے عوام ہمارے ساتھ اظہار یک جہتی کرتے ہیں تو ہم تقویت محسوس کرتے ہیں۔ انجنیئر مشتاق محمود نے کہا کہ قید و بند کی صعوبتیں کشمیریوں کو اپنے مؤقف سے دستبردار نہیں کر سکتیں۔ کشمیری آزادی کا سورج طلوع ہونے تک بھارت سے لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ سید احمد شاہ نے کہا کہ ہر سال دنیا بھر میں یوم کشمیر کا منایا جانا ظاہر کرتا ہے کہ کشمیری آزادی حاصل ہونے تک جانی اور مالی قربانیوں دینے کے لیے سروں کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے ہیں اور وہ حصول آزادی کے علاوہ کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

فروغ کلام اقبال: بزم اقبال کی سرگرمیاں

رپورٹ: اصغر علی کھوکھر

فروغ کلام اقبال وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس حوالے سے پاکستان سمیت دنیا بھر جو ادارے کام کر رہے ہیں ان میں ادارہ بزم اقبال لاہور بھی قابل ذکر خدمات انجام دے رہا ہے۔

ڈائریکٹر بزم اقبال ڈاکٹر تحسین فراقی نے جب سے اس ادارے کا چارج سنبھالا ہے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو اقدامات اٹھائے ہیں، ان میں اقبالیات کے فروغ کے لیے کتابوں کی اشاعت کو کم از کم وقت میں یقینی بنانا، فارسی میں کلام اقبال کی تفہیم کو آسان بنانے کے لیے کلاسز کا انعقاد اور ممتاز ماہرین اقبالیات کے لیکچرز کا اہتمام شامل ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی رہنمائی میں جو کتابیں بزم اقبال کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں ان میں ادارے کی پرانی کتابیں جو بزم اقبال کے سٹاک میں نایاب ہیں، درجن بھر وہ کتابیں اور بعض تحقیق پر مبنی نئی کتب شامل ہیں۔نیز ایک درجن کے قریب کتابیں اشاعت کے مختلف مراحل میں ہیں۔ان کتابوں کی اشاعت کو جلد یقینی بنانے کے لیے ڈاکٹر خضر یسین اور ڈاکٹر رفاقت علی شاہد ایسے اقبال شناس ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی معاونت کر رہے ہیں۔بزم اقبال کی سرگرمیوں کو اجاگر کرنے اور ان کو بزم اقبال کی تاریخ کا حصہ بنانے کے لیے ایک سہ ماہی مجلّہ کی اشاعت کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔نئی شائع ہونے والی کتب میں "انتخاب بانگ درا" کے عنوان سے ایک کتاب بھی شامل ہے۔اس کتاب کی اشاعت کا اہم مقصد زیر تعلیم طلبا و طالبات کو کلام اقبال روشناس کرانا ہے تاکہ وہ کلام اقبال سے استفادہ کر کے عملی زندگی میں اقبال کے شاہین بن ملک وملت کی خدمت کر سکیں۔یہ کتاب جو نونہالان وطن کے

لیے کسی قیمتی تحفے سے کم نہیں، کا منصۂ شہود پر آنا معروف اقبال شناس ڈاکٹر حمیرا ارشاد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی ذاتی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے لاہور کے ایک پرائیویٹ تعلیمی ادارے " دی فیوچر لیڈرز کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے پچیس طلبا و طالبات میں "انتخاب بانگ درا" سے منتخب کلام اقبال پڑھنے کے مقابلے کا پروگرام ترتیب دیا۔یہ تقریب 10 فروری 2026ء کو منعقد ہوئی، اس موقع پر ڈاکٹر تحسین فراقی نے پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے زیر تعلیم بچوں کو بزم اقبال کی جانب سے نقد انعامات اور ادارے کی کتابیں بطور تحفہ پیش کیں۔

فروغ کلام اقبال کے حوالے سے فارسی کلاسز کا اہتمام جدید تقاضوں کے مطابق کیا گیا ہے۔دو برسوں سے جاری ان کلاسوں کی باقاعدہ آڈیو ویڈیوز تیار کی جاتی ہیں جو یوٹیوب پر موجود ہیں جن سے کلام اقبال سے دلچسپی رکھنے والے درجنوں لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔دفتر بزم اقبال میں انعقاد پذیر ہونے والی ان کلاسوں میں درجنوں حضرات شرکت کرتے اور کلام اقبال سے مستفید ہوتے ہیں۔چار ماہ کا یہ کورس مکمل کرنے کے بعد باقاعدہ امتحان ہوتا ہے اور کامیاب ہونے والے طلبا و طالبات میں اسناد تقسیم کی جاتی ہیں۔

فروغ اقبالیات کے ان اقدامات کے علاوہ بزم اقبال کے زیر اہتمام ایک لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی کوشش قابل تحسین و تقلید ہیں۔ لائبریری میں پہلے سے موجود کتابوں کے علاوہ لاکھوں روپے مالیت کی نئی کتابیں خریدی گئی ہیں۔ڈاکٹر تحسین فراقی کی کوشش سے کراچی سے جناب حمزہ فاروقی اور لاہور سے جناب احسن خان صاحب نے اپنے کتابی ذخیروں سے سیکڑوں کتابیں بزم اقبال کی لائبریری کے لیے ڈونیٹ کی ہیں۔لائبریری کو باقاعدہ فنکشنل کرنے کے لیے دو خواتین کی تقرری ہو چکی ہے جن میں سے محترمہ نوشی حنیف لائبریرین اور ماریہ شوکت اسسٹنٹ ٹو لائبریرین ہیں۔ڈاکٹر تحسین فراقی لائبریری کو مزید وسعت دینے کے لیے کوشاں ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

مسئلہ کشمیر اور عالمی برادری کی بے حسی

تحریر: ڈاکٹر غزالہ شاہین وائیں

5 فروری کو 2026ء کو کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کرتے ہوئے ایک اور برس بیت گیا مگر مقبوضہ کشمیر میں مودی سرکار جبر سے باز آئی نہ عالمی برادری کا اس حوالے سے ضمیر جاگا یوں کشمیریوں کی بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں قتل وغارت گری رکی نہ عفت مآب کشمیری خواتین کی عزت

وآبرو کے تحفظ کا کوئی راستہ نکلا۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ مسئلہ کشمیر کا اہم فریق اور عالمی سطح پر وکیل ہوتے ہوئے پاکستان تنازع کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرانے کے لئے مسلسل کوشاں ہے مگر بھارتی حکمرانوں کی شاطرانہ چالوں اور وقت کے شیطان ثلاثہ کی عیاریوں اور مکاریوں کے باعث یہ مسئلہ خطے میں قیام امن کے راستے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ پاکستان کی کوششوں اور کشمیریوں کی جانی اور مالی قربانیوں کے باوجود مسئلہ کشمیر اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچ پایا۔

ہمارے ہاں یہ تاثر راسخ ہو چکا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے تناظر میں پاکستان کی نسبت بھارت کی سفارت کاری زیادہ مؤثر ہے۔ یہی وجہ کہ اقوام عالم حقائق سے آگاہ ہونے کے باوجود کشمیریوں کو بھارتی جبر واستبداد سے نجات دلانے کے حوالے سے گومگو کا شکار ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی میڈیا میں مسلسل زیر بحث چلی آ رہی ہے کہ بھارت سرکار وطن عزیز کی ڈانواں ڈول معیشت اور ابتر سیاسی صورتحال سے بھر پور فائدہ اٹھانے میں کامیاب رہا ہے۔ درج بالا تینوں سوالات ایسے ہیں جو ہمارے ارباب اختیار کی فوری اور بھرپور توجہ چاہتے ہیں۔

تاکہ اس حوالے سے عوام کے جذبات مجروح نہ ہوں۔

مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے پاکستان میں مثبت سرگرمیوں کا تسلسل خوش آئند ہے لیکن غورطلب بات یہ ہے کہ کیا ہمارے ہاں مسئلہ کشمیر کے حوالے سے ہونے جلسوں اور جلوسوں کے اہتمام اور کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کے لیے چھٹیاں کرنے کا بھارت سرکار کوئی اثر قبول کرتی بھی ہے یا نہیں؟ غور کیا جائے تو یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ راقمہ کی ناقص رائے میں اس سوال کا جواب اس لئے نفی میں ہے کہ اس ضمن میں ہماری طرف سے سوائے روایتی سرگرمیوں کے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے سنجیدہ کوششیں کم ہوئی ہیں۔ گزشتہ برس جب میدان جنگ میں عساکر پاکستان نے بھارت کو دھول چٹائی تو حالات کو بھانپتے ہوئے بھارت کے واویلا پر صدر ٹرمپ بھارت کو بچانے کے لیے میدان میں کود پڑے۔

صدر ٹرمپ نے وزیراعظم پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف کو دعوت پر امریکہ بلا لیا یوں نہ صرف بھارت سرکار پاکستان کے ہاتھوں اپنی دبوچی ہوئی گردن چھڑانے میں کامیاب رہی اور فلسطین میں قیام امن کیلئے اقوام متحدہ میں یکے بعد دیگرے پیش کی گئی آٹھ قراردادوں کو ویٹو کرنے والے صدر ٹرمپ پاکستان کی طرف سے نوبل انعام کے مستحق قرار پائے۔

یہ پاکستان کی تاریخ کا ایک ایسا سر پیٹنے والا واقعہ ہے جو مسئلہ کشمیر کے منطقی انجام تک پہنچنے کے راستے میں ایک دفعہ پھر رکاوٹ کا باعث بن گیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل کا انحصار امریکہ پر کرنے کے بجائے چین، ایران، ترکی اور سعودی عرب سمیت روس کے تعاون اور مشاورت سے کرنے پر توجہ دے۔ اس تناظر میں پاک افغان تعلقات میں بہتری آنا بھی ضروری ہے اور سب سے اہم یہ کہ اس حوالے سے سفارتی سطح پر از سر نو سنجیدہ کوششیں تیز کی جائیں۔ اس مقصد کے لیے دیگر ممالک میں ایسے احباب پر مشتمل وفود بھیجے جائیں جو مسئلہ کشمیر کی تاریخ سے بخوبی آگاہ اور خطے میں پاکستان کی جغرافیائی اہمیت بھی سمجھتے ہوں تاکہ اڈ مسئلہ کے حوالے سے اقوام عالم کو پاکستان کے موقف سے مؤثر انداز میں آگاہ کر سکیں۔

ISSN # : 3080-9746

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ:

نصرتِ دین، جلالِ عفت اور ایثارِ کاملِ کا کوہِ نُور

تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

تاریخِ کائنات کے ماتھے پر کچھ ایسی ہستیاں عظمت کا جھومر بن کر چمکتی ہیں جن کے ذکر کے بغیر رشد و ہدایت کی داستان تشنہ رہتی ہے۔ ان برگزیدہ اور قدسی صفت ہستیوں میں سرِفہرست ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نامِ نامی ہے، جو مکہ کے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں عفت و حیا کا وہ درخشندہ استعارہ تھیں جسے زمانے نے ان کی پاکیزگی کی بنا پر 'طاہرہ' کے لقب سے تسلیم کیا۔

آپ قریش کے معزز ترین خاندان بنو اسد سے تعلق رکھتی تھیں اور اپنی غیر معمولی تجارتی بصیرت و جلالِ کردار کی وجہ سے 'ملیکۃ العرب' کہلاتی تھیں۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ 'الاصابہ' میں رقمطراز ہیں کہ آپ مکہ کی صاحبِ ثروت اور نہایت باعزم خاتون تھیں، مگر اس مادی جاہ و حشم سے کہیں بلند آپ کا وہ جوہرِ انتخاب تھا جس نے مکہ کے 'صادق اور امین'، محمد بن عبداللہ ﷺ کی عظمت کو پہچانا اور اپنی زندگی کو مرکزِ نبوت کا محور بنا لیا۔

جب جبلِ نور کے دامن میں غارِ حرا کی تنہائیوں پر وحیِ الٰہی کا نزول ہوا اور کائنات کے سب سے بھاری منصب کی ذمہ داری حضور ﷺ کے کندھوں پر ڈالی گئی، تو اس پر ہیبت اور لرزہ خیز لمحے میں سیدہ خدیجہؓ ہی وہ پہلی ہستی تھیں جنہوں نے نبوت کی تصدیق کا علم بلند کیا۔ صحیح بخاری (حدیث:3) کے مطابق آپ نے حضور ﷺ کو ان تاریخی الفاظ سے تسلی دی جو رہتی دنیا تک ایمان کی ڈھال بن گئے: ''اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور حق کی خاطر مصائب برداشت کرتے ہیں''۔ یہ محض ایک شریکِ حیات کے کلمات نہ تھے بلکہ یہ وہ پہلی نصرت تھی جس نے اسلام کی بنیادوں کو استحکام بخشا، اور یوں آپ کو 'اول المومنین' اور 'خیر النساء' (عورتوں میں سب سے بہتر) ہونے کا ابدی اعزاز حاصل ہوا۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں سیدہ کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ آپ ﷺ نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی اور آپ ﷺ کی تمام اولاد (سوائے حضرت ابراہیمؓ کے) سیدہ خدیجہؓ ہی کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئی۔ حضور ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''خدا کی قسم! مجھے خدیجہ سے بہتر کوئی بیوی نہیں ملی، وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگ منکر تھے، انہوں نے تب میری تصدیق کی جب دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی'' (مسند احمد). آپ کی فضیلت کا عالم یہ تھا کہ صحیح مسلم (حدیث:2432) کے مطابق حضرت جبرائیلؑ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! خدیجہ کو ان کے رب کا اور میرا اسلام کہیے اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک ایسے محل کی بشارت دیجیے جہاں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف''۔

اسلام کی اشاعت کے لیے سیدہ خدیجہؓ کا ایثار تاریخ کا انوکھا باب ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر شاہانہ دولت اسلام کی نصرت، غلاموں کی آزادی اور غریبوں کی دلجوئی پر نثار کر دی۔ 'شعبِ ابی طالب' کے وہ تین کڑے سال، جب مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی گئی تھی، اس معمر شہزادی نے کمالِ استقامت سے درختوں کے پتے کھا کر گزارے مگر پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔ آج کے جدید دور کی خواتین کے لیے سیدہ کی زندگی ایک کامل دستور ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ ایک خاتون پردہ اور حیا کے وقار کے ساتھ نہ صرف معاشی قیادت کر سکتی ہے بلکہ ایک مثالی ماں بن کر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ جیسی 'خاتونِ جنت' کی ایسی تربیت کر سکتی ہے جو نسلِ انسانی کا فخر بن جائے۔

بالآخر، ہجرت سے تین سال قبل، بعثت کے دسویں سال، 10 رمضان المبارک کو اسلام کا یہ عظیم ستون مکہ معظّمہ میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔ آپ کی جدائی نے حضور ﷺ کے قلبِ مبارک پر وہ اثر ڈالا کہ آپ ﷺ نے اس سال کو 'عام الحزن' (غم کا سال) قرار دیا۔ چونکہ اس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے حضور ﷺ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنی رفیقہ حیات کو مکہ کے قبرستان 'جنت المعلیٰ' کی آغوش میں لحد نشین کیا۔ سیدہ خدیجہؓ کی زندگی ایثار، وفا، تدبر اور عشقِ رسول ﷺ کا وہ بحرِ بیکراں ہے جس کی موجیں قیامت تک انسانیت کے سوکھے ہوئے کھیتوں کو ایمان کی ہریالی بخشتی رہیں گی۔

ISSN # : 3080-9746

سیدہِ خاتونِ جنت: صدفِ رسالت کا گوہرِ نایاب

تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

3 رمضان المبارک کو آپکا یوم وصال نہایت عقیدت و احترام سے منایا جارہا ہے۔

کائناتِ ہستی کے اُفق پر تقدس وطہارت کا وہ مہرِ منیر، جس کی ضیاباریوں سے گلستانِ نسواں کا ہر غنچہ مہک اٹھا، اسے سیدہ طیبہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، عابدہ، ساجدہ اور زاہدِہ کائنات، حضرت فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کہتے ہیں۔آپ وہ کامل واکمل مومنہ ہیں جن کے قدموں کی دھول کو عرشِ بریں کے فرشتے اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی ارفع واعلیٰ اوصاف کا وہ سنگم ہے جہاں عظمتِ انسانیت اپنی معراج کو چھوتی ہے۔آپ صدفِ رسالت کا وہ درِّ یتیم ہیں جس کی چمک نے ظلمت کدہِ دہر کو نورِ ایمان سے منور کر دیا۔کتبِ سیر و تاریخ میں آپ کو 'البتول'، 'المبارکہ'، 'المحدثہ' اور 'حوراءانسیہ' جیسے بلند پایہ القابات سے یاد کیا گیا ہے، جو آپ کی روحانی جلالت اور بے مثل حیا کی گواہی دیتے ہیں۔حکیم الامت علامہ اقبال نے کیا خوب آپ کی شانِ یکتائی کو منظوم کیا ہے:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز

(حضرت مریمؑ صرف ایک نسبت یعنی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہونے سے معزز ہیں، جبکہ حضرت فاطمہؑ تین نسبتوں (باپ، شوہر اور بیٹوں) کی وجہ سے معزز ومحترم ہیں)

جب قریشِ مکہ خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو میں مصروف تھے، اس عہدِ سعید میں اعلانِ نبوت سے تقریباً پانچ برس قبل مکہ مکرمہ کی فضائیں اس وقت معطر ہوئیں جب صدفِ رسالت سے وہ گوہرِ نایاب برآمد ہوا جس کا نام خود ربِ کائنات کی مشیت سے 'فاطمہ' رکھا گیا۔آپ کائنات کی وہ عظیم المرتبت ہستی ہیں جن کا گھرانہ فضیلتوں کا وہ مرکز ہے جہاں عظمتیں سجدہ ریز ہوتی ہیں۔آپ کے والدِ گرامی امام الانبیاء وسید المرسلین ﷺ ہیں، آپ کے شوہر نامدار امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنا وصی اور بھائی قرار دیا (جامع ترمذی: 3720)، اور آپ کے لختِ جگر امام حسن وامام حسین علیہما السلام ہیں جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (جامع ترمذی: 3768)۔کائنات کے اس انوکھے گھرانے کا کمال دیکھیے کہ سیدہ پاک کو گھٹی خود سرورِ کائنات ﷺ نے عطا فرمائی، آپ کے شوہرِ نامدار حضرت علیؑ نے بھی نبوت کے لعابِ دہن سے گھٹی پائی، اور پھر یہی سلسلہ آپ کے شہزادوں تک پہنچا جن کی زبانوں کو حضور ﷺ نے چوسا اور انہیں اپنی نسبتوں کا وارث بنایا۔یہ وہ گھرانہ ہے جس کی طہارت کی گواہی خود قرآن نے "آیتِ تطہیر" (سورہ الاحزاب: 33) کے ذریعے دی اور جس کی محبت کو اجرِ رسالت قرار دیا گیا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے عادات واطوار، سیرت وکردار، نشست و برخاست اور گفتار و لہجے میں حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا" (جامع ترمذی: 3872/سنن ابوداؤد: 5217)۔یہی وہ مشابہتِ کاملہ تھی کہ جب آپ تشریف لاتیں تو حضور ﷺ محبت و تعظیم میں کھڑے ہوجاتے اور اپنی نشست مبارک آپ کے لیے بچھاتے۔رسول اللہ ﷺ کو سیدہ فاطمہؑ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ ؐ کسی سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں فاطمہؑ سے ملتے اور جب سفر سے واپسی ہوتی تو سب سے پہلے فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے۔آپ کا بچپن فقر واستغنا کا آئینہ دار تھا؛ مکہ کے کٹھن حالات میں جب کفار حضور ﷺ کو اذیت دیتے، تو یہ ننھی بیٹی اپنے معصوم ہاتھوں سے اپنے والد کا چہرہ صاف کرتیں اور ان کی ڈھال بن جاتیں۔اسی بے لوث خدمت کی بنا پر آپ کو "امِ ابیہا" کا خطاب ملا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی اس شان پر رشک کرتے اور آپ کی خدمت کو سعادتِ دارین سمجھتے تھے۔خلفائے راشدین کے دل اہل بیت کی محبت سے لبریز تھے۔سیدنا ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے: "مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے" (صحیح بخاری: 3712)۔حضرت عمر فاروقؓ جب سیدہ کے گھر تشریف لاتے تو فرماتے: "اے فاطمہ! اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں" (المستدرک للحاکم: 4736)۔اسی طرح سیدنا عثمان غنیؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ سیدہ کے عقد کے موقع پر جب حضرت علیؑ اپنی زرہ بیچنے نکلے تو

ISSN # : 3080-9746

بھی ادا کی اور پھر وہ زرہ بھی یہ کہہ کر تحفتاً واپس کر دی کہ یہ آپ کی شادی کا ہدیہ ہے تاکہ ولیمے کے اخراجات باسہولت پورے ہو سکیں (المناقب للخوارزمی: 252 / الریاض النضرہ: جلد 3، صفحہ 145)۔

سیدہ پاک کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے گھر سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ خیر، برکت اور ہدایت تقسیم ہوتی ہے، وہ سیدہ کے دسترخوان کی بھیک ہے اور آپ ہی کے وسیلے سے بگڑیاں بنتی ہیں۔ آپ نے چکی پیستے پیستے اپنی ہتھیلیوں پر چھالے تو قبول کیے، مشکیزہ ڈھوتے ہوئے اپنے سینۂ مبارک کو رنجور پایا، مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا۔ آپ کی عبادت کا عالم یہ تھا کہ جب آپ مصلے پر کھڑی ہوتیں تو عرش والے بھی آپ کے زہد پر فخر کرتے۔ 'تاریخ الخلفاء' میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی وفات سے قبل سیدہ کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ "تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آملو گی"، جس پر سیدہ پاک مسکرا دیں، کیونکہ یہ وصالِ محبوب کی نوید تھی (صحیح بخاری: 3623)۔ وصالِ نبوی ﷺ کے بعد آپ کی زندگی سراپا غم بن گئی۔ بالآخر 3 رمضان المبارک (ہجرت کے گیارہویں سال) آپ حیا کا وہ معیار قائم کیا گیا کہ جنازہ رات کے اندھیرے میں اٹھایا گیا تاکہ پردے کا تقدس برقرار رہے۔ ایک مستند روایت کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی جو شیخین اور اہل بیت کے مابین بے پناہ محبت و احترام کا منہ بولتا ثبوت ہے (طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 29 / کنز العمال: 37771)، اور آپ کو جنت البقیع میں سپردِ لحد کیا گیا۔

آج کے پرفتن دور میں جب عریانی، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب اُمڈ رہا ہے، جب ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں پردہ کی عظمت کو فراموش کر چکی ہیں اور گھریلو زندگی میں قناعت کے بجائے شوہروں سے شکوے شکایتیں عام ہو چکی ہیں، وہاں سیدہ فاطمہؓ کا اسوہ ایک روشن مینار ہے۔ سیدہ فاطمہؓ نے پیوند لگے کپڑوں میں رہ کر کائنات کی سرداری پائی، جبکہ آج کی عورت مادی آسائشوں کے پیچھے اپنی روحانیت کھو رہی ہے۔ سیدہ کا پیغام ہے کہ عورت کی اصل زینت سونا چاندی نہیں بلکہ شرم و حیا اور شوہر کی رضا ہے۔ علامہ اقبال نے کتنا پُرحکمت درس دیا:

نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضایش در رضائے شوہرش

علیہا کی حیاتِ مبارکہ وہ بحرِ بے کراں ہے جس کا ہر قطرہ انسانیت کے لیے آبِ حیات ہے۔ آپ نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ حقیقی بلندی محلوں اور مادی جاہ و جلال میں نہیں، بلکہ بندگیِ الٰہی، تسلیم و رضا اور خدمتِ خلق میں پوشیدہ ہے۔ آپ کی زندگی بیٹیوں کے لیے حیا کا آئینہ، بیویوں کے لیے وفا کا نمونہ اور ماؤں کے لیے تربیت کا ابدی مدرسہ ہے۔ آج کے پرفتن دور میں اگر مسلم خواتین اپنی کھوئی ہوئی پہچان اور عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتی ہیں، تو ان کے لیے "چادرِ تطہیر" کے سائے میں پناہ لینے اور "اسوہ بتول" کو اپنا حرزِ جاں بنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بقولِ علامہ اقبال:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

روزِ قیامت جب ایک منادی پکارے گا کہ "اے اہل محشر! اپنی نظریں نیچی کر لو کہ محمد ﷺ کی بیٹی کا گزر ہونے والا ہے" (المستدرک للحاکم: 4728)، تو وہ لمحہ دنیا کی تمام عورتوں کے لیے پیغام ہوگا کہ بقا اور وقار صرف اور صرف اسوۂ بتول کی پیروی میں ہے۔ آپ کا اسوہ رہتی دنیا تک منارۂ نور ہے، جو بھٹکی ہوئی انسانیت کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کی ضمانت دیتا ہے۔

ISSN # : 3080-9746

اسلامی تمدن کا تابندہ استعارہ اور بقائے اُمت کا ضامن:

مسجد بحیثیت مرکزِ حیات

تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

اسلامی معاشرت کے ماتھے پر مسجد وہ جھومر ہے جس کی تابانی سے مومن کی روح اور معاشرے کا جسم جِلا پاتا ہے۔ مسجد محض اینٹ، گارے اور مٹی سے تعمیر شدہ کوئی عمارت یا محض رسومِ عبادات کی ادائیگی کا کوئی روایتی گوشہ نہیں، بلکہ یہ وہ مقدس سنگِ میل ہے جہاں سے بندگی کی معراج اور انسانیت کی فلاح کے راستے پھوٹتے ہیں۔ اسلامی تمدن میں مسجد کی مثال ایک زندہ و جاوید دل کی سی ہے؛ اگر یہ دھڑکتا رہے تو ملی وجود توانا رہتا ہے، اور اگر اس کی حرکت مدھم پڑ جائے تو امت زوال کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتی ہے۔ یہ وہ بقعہ نور ہے جہاں فرشِ زمین پر سجدہ ریز ہو کر عرشِ بریں والے سے کلام کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم نے مساجد کی عظمت کو "بیوت اللہ" (اللہ کے گھروں) سے تعبیر کر کے اسے تقدس کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز کیا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جن کے قلوب نورِ ایمان سے منور اور جن کی نگاہیں یومِ آخرت کی جوابدہی پر جمی ہوتی ہیں۔ یہ وہ پاکیزہ مقامات ہیں جہاں ذکرِ الٰہی کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہوتے ہیں اور جہاں کی رونقیں ان مردانِ حر کے دم سے ہیں جنھیں دنیا کی یاد اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتی۔

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو منکشف ہوتا ہے کہ اسلام کی "خشتِ اول" یعنی پہلی مسجد، مسجدِ قبا کی بنیاد نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے سفر کے دوران اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ قرآن نے اس کی بنیاد کو "تقویٰ" پر منحصر قرار دیا، جس سے یہ پیغام ملا کہ اسلامی معاشرے کی عمارت صرف پتھروں پر نہیں بلکہ اخلاص اور خوفِ خدا پر کھڑی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، جو رہتی دنیا تک کے لیے اسلامی ریاست کا نقشہ ثابت ہوئی۔

نبی کریم ﷺ نے مسجد کو صرف نماز گاہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر ریاست کا "مرکزی سیکریٹریٹ" بنایا۔ مسجد کے احاطے میں ہی "اصحابِ صفہ" کا وہ چبوترہ موجود تھا جو تاریخِ انسانی کی پہلی منظم یونیورسٹی کہلانے کا مستحق ہے۔ یہ وہ عظیم درسگاہ تھی جہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ نے دنیا کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی سے روشناس کرایا۔ یہیں سے جلیل القدر صحابہ کی وہ جماعت تیار ہوئی جنہوں نے عدل و انصاف کے وہ ضابطے مرتب کیے جن کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسلامی نظریے کے مطابق مسجد کا قیام جس عظیم مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا، وہ مسلمانوں کے مابین باہمی ربط، یگانگت اور اخوت کا قیام تھا۔ پانچ وقت کی نمازوں کا فلسفہ یہی تھا کہ اہلِ محلّہ ایک دوسرے کے حال احوال سے باخبر رہیں۔ یہی

وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں اگر کوئی شخص مسجد میں نظر نہ آتا تو آپ ﷺ خود اس کے گھر تشریف لے جاتے اور اس کی خیر و عافیت دریافت فرماتے۔ اسی طرح جامع مساجد میں نمازِ جمعہ کے بڑے اجتماعات کا مقصد پورے علاقے کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا تھا تاکہ وہ مل کر سجدہ ریزی کریں، باہمی مسائل پر مشاورت کریں اور محبت و بھائی چارے کی اس لڑی کو مضبوط کریں جو اسلام کا خاصہ ہے۔

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے نزدیک مسجد کی حیثیت اس مچھلی کے لیے پانی جیسی تھی جس کے بغیر زندگی کا تصور محال تھا۔ خلفائے راشدین نے آدھی دنیا پر حکمرانی کے فیصلے مسجد کی چٹائی پر بیٹھ کر کیے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی زندگی مسجد سے اس قدر پیوست تھی کہ آپ نے شہادت کی ابدی زندگی بھی مسجدِ کوفہ کے مصلے پر ہی پائی۔ سلف صالحین اور ائمہ دین کی مستند تحقیقات ہمیں بتاتی ہیں کہ مسجد کی آبادی کا اصل راز اس کی "روحانی آبادی" یعنی علم و تقویٰ کے حلقوں میں پوشیدہ ہے۔

مگر صد افسوس! کہ آج کا مسلمان ایک عجیب المیے کا شکار ہے۔ ہم نے مساجد تو عالیشان بنا دیں، سنگِ مرمر سے فرش چمکا دیے، مگر ان مسجدوں کے اصل وارث یعنی "نمازی" کہیں کھو گئے۔ آج ہم نے مسجد کے اس وسیع مفہوم اور مقصد کو فراموش کر دیا ہے جو عہدِ رسالت ﷺ میں موجود تھا۔ آج ہم ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر سجدہ تو کرتے ہیں مگر دل ایک دوسرے سے دور ہیں۔ وہ جذبۂ اخوت جو جامع مساجد کے اجتماعات کا حاصل ہونا چاہیے تھا، وہ اب صرف ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہماری مساجد خالی پڑی ہیں جبکہ سینما گھروں، کھیل کے میدانوں اور موبائل و سوشل میڈیا کی مصنوعی دنیا میں امت غرق ہو چکی ہے۔ وہ نوجوان جن کی تربیت کا مرکز مسجد کا منبر و محراب ہونا چاہیے تھا، آج وہ اسکرینوں کی لایعنی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی شناخت کھو چکے ہیں۔ مساجد کو تالے لگے ہیں یا وہ صرف ایک خاموش عمارت بن کر رہ گئی ہیں، جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر ہم ذلت اور رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر رہے ہیں۔ ہم نے اس "مرکزِ حیات" کو چھوڑ دیا جس نے ہمیں کائنات کی قیادت کا ہنر سکھایا تھا، اور آج اسی دوری کا نتیجہ ہے کہ امتِ مسلمہ در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

اصلاحِ امت کا راستہ مسجد کی دہلیز سے دوبارہ جڑنے میں ہی پوشیدہ ہے۔ جب تک ہماری نوجوان نسل کا ناطہ موبائل کی لغویات کے بجائے مسجد کے سکون سے نہیں جڑے گا، اور جب تک مسجدیں دوبارہ سماجی مشاورت، غریبوں کی دادرسی اور فکری تربیت کا مرکز نہیں بنیں گی، ہم ذلت کے اندھیروں سے نہیں نکل سکتے۔ وقت کی پکار یہی ہے کہ ہم مساجد کی صرف ظاہری عمارتیں نہیں، بلکہ ان کی وہ حقیقی مرکزیت بحال کریں جو عہدِ رسالت ﷺ میں تھی۔ مسجد سے جڑنا ہی درحقیقت خدا سے جڑنا ہے، اور یہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر امتِ مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔

ISSN # : 3080-9746

اکتیسواں بلڈ ڈونیشن کیمپ سنٹرل بلڈ بینک میں کامیابی سے منعقد

رپورٹ: محمد عمر

کویت پاکستان بلڈ ڈونرز (Kuwait Pakistan Blood Donors ((KPBD) نے جمعرات، 19 فروری 2026 کو جابریہ، کویت میں واقع Central Blood Bank میں اپنا 31واں بلڈ ڈونیشن کیمپ کامیابی کے ساتھ منعقد کیا۔ ان 31 کیمپوں میں سے یہ ہمارا 13واں رمضان بلڈ ڈونیشن کیمپ تھا، جو ہم ہر سال رمضان المبارک میں باقاعدگی سے منعقد کرتے ہیں۔ یہ کیمپ افطار کے بعد شام 8:00 بجے سے رات 11:00 بجے تک جاری رہا۔ بلڈ ڈونیشن مہم کو کمیونٹی کی جانب سے نہایت حوصلہ افزا اور شاندار پذیرائی حاصل ہوئی، جس میں مرد و خواتین کی بڑی تعداد نے جوش و جذبے کے ساتھ شرکت کی۔ مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد، جن میں کویتی، پاکستانی، بنگلہ دیشی، بھارتی، فلپائنی، مصری اور دیگر شامل تھے، اس عظیم انسانی خدمت میں حصہ لینے کے لیے آگے بڑھے۔ اس اقدام نے ماہِ رمضان کے بابرکت مہینے میں اتحاد، سخاوت اور ہمدردی کی حقیقی روح کو اجاگر کیا۔

KPBD کی رضا کار ٹیم نے پورے پروگرام کے دوران بہترین تنظیم اور مؤثر ہم آہنگی کو یقینی بنایا، تاکہ عطیہ دہندگان کو سہولت اور خوشگوار ماحول فراہم کیا جا سکے۔ عطیہ دہندگان کی قیمتی خدمت کے اعتراف میں، خون کا عطیہ مکمل کرنے کے بعد ان میں کھانے بھی تقسیم کیے گئے۔

اس مہم کو Kuwait PTI کے اراکین کی مکمل حمایت بھی حاصل رہی، جنہوں نے پروگرام میں شرکت کرتے ہوئے عوامی شرکت کو سراہا اور KPBD کے رضا کاروں کی لگن، محنت اور عزم کی تعریف کی۔ انہوں نے کمیونٹی کی جانب سے پیش کیے گئے اجتماعی انسانی جذبے کو قابلِ تحسین قرار دیا۔

KPBD تمام عطیہ دہندگان، رضا کاروں، معاونین اور سنٹرل بلڈ بینک کی انتظامیہ و عملے کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے، جن کے تعاون اور مسلسل حمایت سے یہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

تنظیم آئندہ بھی کویت کے صحت کے نظام کی معاونت اور بلا امتیاز انسانیت کی خدمت کے لیے باقاعدگی سے بلڈ ڈونیشن کیمپ منعقد کرنے کے اپنے عزم پر قائم ہے۔

کویت پاکستان بلڈ ڈونرز (KPBD)

ISSN # : 3080-9746

اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت کے زیرِ اہتمام عظیم الشان ”استقبالِ رمضان“ اجتماع منعقد

رپورٹ: محمد عمر

نیکیوں کا موسمِ بہار، رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں اور نارِ جہنم سے نجات کا پیغام لے کر ماہِ مقدس رمضان المبارک کی آمد ہے۔ اسی مناسبت سے اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت کے زیرِ اہتمام ”استقبالِ رمضان“ کے عنوان سے ایک عظیم الشان جلسہ عام جمعیۃ الاِ صلاح کے مرکزی ہال میں منعقد ہوا، جس میں کویت میں مقیم پاکستانی کمیونٹی اور دیگر اردو فہم افراد کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

نورانی ماحول اور بامقصد تزئین و آرائش

قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور استقبالی کلمات پر مشتمل خوبصورت پوسٹرز اور بینرز نے ہال کی تزئین و آرائش کو چار چاند لگا دیے۔ اس دلکش اور بامقصد سجاوٹ کا اہتمام کمیٹی کے حلقہ فروانیہ اور یوتھ ونگ کے پُرجوش نوجوانوں نے کیا، جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور انتھک محنت سے ماحول کو نورانیت اور ایمانی کیفیت سے معطر کر دیا۔ ان کی لگن اور جذبہ خدمت قابلِ تحسین رہا۔

پروگرام کی نظامت اور آغاز

پروگرام کی نظامت کے فرائض جنرل سیکرٹری جناب محمود احمد خان صاحب نے نہایت سلیقہ مندی سے انجام دیے۔ ان کی مربوط پیشکش اور برجستہ انداز نے تقریب کو باوقار اور منظّم رکھا۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ محمد افتخار صاحب نے سورہ بقرہ (آیات 183 تا 185) کی تلاوت کی سعادت حاصل کی، جن میں روزے کی فرضیت اور اس کے مقصدِ تقویٰ کو واضح کیا گیا ہے۔

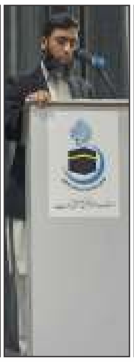

محفل میں شہزاد خان نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ عقیدت و محبت سے پیش کی، جس نے سامعین کے دلوں کو روحانی سرور سے لبریز کر دیا۔

علم و فکر سے بھرپور خطابات

محترم مولانا ملک ارشاد صاحب نے روزے کے احکام و مسائل اور ان کی عملی تطبیق پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ روزے کا اصل مقصد تقویٰ، اصلاحِ نفس اور کردار سازی ہے۔ انہوں نے حاضرین کو عبادات،

ISSN # : 3080-9746

چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی۔

نائب صدر اسلامک ایجوکیشن کمیٹی جناب جاوید اقبال صاحب نے ''شہرِ مواسات رمضان المبارک'' کے عنوان سے جامع پریزنٹیشن پیش کی، جس میں رمضان کے سماجی، اخلاقی اور فلاحی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔ انہوں نے ایثار، ہمدردی اور اتحادِ امت کی ضرورت پر زور دیا۔

مہمانِ خصوصی کا خطاب

مہمانِ خصوصی، سفارت خانہ ? پاکستان کویت سے کمیونٹی ویلفیئر اتاشی جناب حمزہ توقیر صاحب نے خصوصی شرکت کی۔ انہوں نے کامیاب اور باوقار پروگرام کے انعقاد پر منتظمین کو مبارکباد دی اور دینی و فلاحی خدمات کو پاکستانی کمیونٹی کا قابلِ فخر سرمایہ قرار دیا۔

صدارتی خطاب اور اجتماعی دعا

صدر اسلامک ایجوکیشن کمیٹی جناب حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب نے اپنے مرکزی خطاب میں دینِ اسلام کو مکمل ضابط حیات قرار دیتے ہوئے اجتماعیت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ امت کے بیشتر مسائل اجتماعی شعور

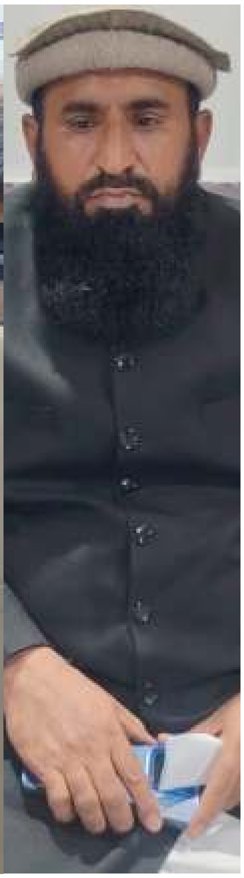

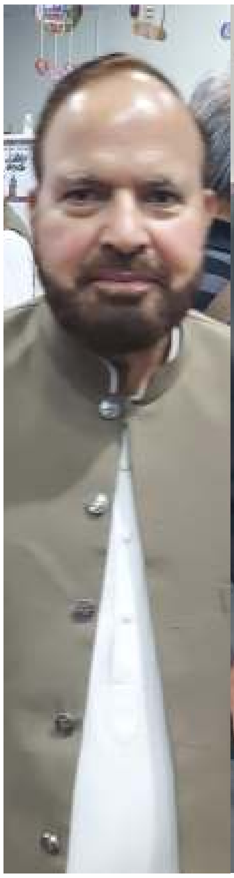

حاضرین کو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سمیٹنے، مغفرت طلب کرنے اور مساکین و غرباء کی مدد کی بھرپور ترغیب دی۔

آخر میں نائب صدر جناب مشتاق احمد صاحب نے رقت آمیز اجتماعی دعا کروائی، جس میں پاکستان اور کویت کی سلامتی، بیماروں کی صحت یابی، مرحومین کی مغفرت اور بالخصوص اہلِ فلسطین کی مدد و نصرت کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

مکتبہ اور میڈیا کوریج

ہال کے باہر شعب ? نشر و اشاعت کی جانب سے ایک خوبصورت مکتبہ قائم کیا گیا تھا، جہاں دینی و اصلاحی کتب دستیاب تھیں۔ شرکاء نے بھرپور دلچسپی کے ساتھ استفادہ کیا۔ پروگرام کی صوتی و بصری لائیو کوریج کمیٹی کے میڈیا سیل نے پیشہ ورانہ مہارت سے سرانجام دی، جس کے باعث تقریب کی سرگرمیاں بروقت اور مؤثر انداز میں ناظرین تک پہنچتی رہیں۔

اختتام

یوں یہ روح پرور اور بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا، مگر اس کی خوشگوار یادیں اور ایمانی اثرات حاضرین کے دلوں میں دیر تک تازہ رہیں گے۔

ISSN # : 3080-9746

رپورٹ: محمد عمر، کویت

میڈیا کوریج: عرفان شفیق

یوم یکجہتی کشمیر، کویت میں بھی شان وشوکت سے منایا گیا

صدر، وزیراعظم اور وزیر خارجہ کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے، کمیونٹی کی کثیر تعداد میں شرکت

کویت میں سفارتخانہ پاکستان میں 5 فروری کو کشمیری بھائیوں سے اظہار یکجہتی کیلئے،، یوم یکجہتی کشمیر،، انتہائی شان وشوکت سے منایا گیا، عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے تقریب کی صدارت کی، کویت میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کی معروف شخصیات نے تقریب میں شرکت کر کے ثابت کر دیا کہ دنیا بھر میں مقیم پاکستانی، جدوجہد آزادی میں کشمیری بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور وہ کشمیر کی آزادی تک وہ اپنے کشمیری بھائیوں کی اخلاقی، سفارتی اور ہر لحاظ سے حمایت جاری رکھیں گے، کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا، کمیونٹی ویلفیئر اتاشی حمزہ توقیر نے کمپیئرنگ کے فرائض بڑے احسن طریقہ سے انجام دیئے، انہوں نے یوم یکجہتی کشمیر کے حوالہ سے صدر آصف علی زرداری، وزیر اعظم میاں شہباز شریف اور وزیر خارجہ خواجہ محمد آصف کے پیغامات پڑھ کر سنائے، اس موقعہ پر پروجیکٹر اسکرین پر دستاویزی فلم بھی پیش کی گئی جس میں نہتے کشمیریوں پر انڈین فوج کے مظالم اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی عکاسی کی گئی تھی آخر میں شرکاء کیلئے ریفریشمنٹ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

ISSN # : 3080-9746

’’کشمیر کی جدوجہد میں پاکستان کبھی تنہا نہیں ہوگا‘‘

کشمیر روحانی طور پر اناطولیہ سے صفر فاصلے پر ہے: سینئر ترک رکنِ پارلیمنٹ علی شاہین

5 فروری کشمیر یکجہتی ڈے کی تقریب سے خطاب

تحریر: شبانہ ایاز

انقرہ: سفارت خانہ پاکستان، انقرہ میں 5 فروری کشمیر یکجہتی دن کے موقع پر کشمیری عوام سے اظہارِ یکجہتی کے لیے ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی، جس میں مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کیا گیا۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا، جس کے بعد پاکستان اور ترکیہ کے قومی ترانے بجائے گئے، جبکہ ایک خصوصی ڈاکیومنٹری کے ذریعے کشمیر کی جدوجہد، تاریخ اور موجودہ صورتحال کو پیش کیا گیا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ترکیہ پاکستان پارلیمانی فرینڈشپ گروپ کے چیئرمین اور جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (Party AK) کے رکنِ پارلیمنٹ، علی شاہین نے ترکیہ کی غیر متزلزل حمایت کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

’’پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ ہو یا کشمیر کی جدوجہد، کبھی تنہا نہیں ہوگا۔ بطور ترک بھائی ہم ہمیشہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑے رہیں گے۔ کشمیر اگرچہ جغرافیائی طور پر اناطولیہ سے دور ہے، مگر روحانی اور اخلاقی طور پر ہمارے لیے صفر فاصلے پر ہے۔‘‘

علی شاہین نے بھارت کی کشمیر پالیسی پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا:

’’بھارت خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہتا ہے، مگر کشمیر میں انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار، آزادیٔ صحافت اور قانون کی حکمرانی کو مکمل طور پر پامال کر کے اس خطے کو ایک اوپن ایئر جیل بنا دیا گیا ہے۔ ایسی جمہوریت دنیا کے لیے کوئی قابلِ قبول مثال نہیں ہو سکتی۔‘‘

اُنہوں نے صدر رجب طیب اردوان کے تاریخی بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

’’ہمارے صدر کے مطابق ’کشمیر ترکیہ کے لیے چناق قلعہ (Çanakkale) ہے‘۔ جس طرح برصغیر کے مسلمانوں اور پاکستانی عوام نے جنگِ چناق قلعہ میں ترک قوم کا ساتھ دیا، آج ہم کشمیر کو اپنا چناق قلعہ سمجھتے ہیں اور کشمیری و پاکستانی بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

اُردو کے ممتاز شاعر۔۔۔"جعفر طاہر"

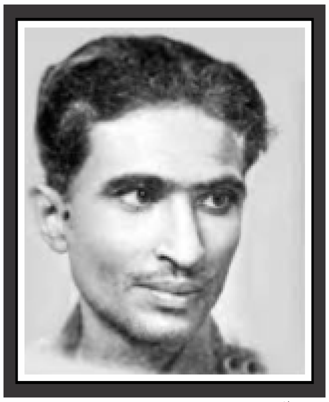

تحریر و تحقیق: علی حیدر شیخ

اُردو کے ممتاز شاعر جعفر طاہر 25 مئی 1977ء کو انتقال کر گئے تھے۔ جعفر طاہر کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے غزل کو روایتی دائرے سے نکال کر تازگی بخشی اور اس صنفِ سخن کو تخلیق کے نئے آہنگ کے ساتھ وسعت عطا کی۔

29 مارچ 1917ء کو جھنگ میں پیدا ہونے والے جعفر طاہر نے وہیں ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کیے اور پھر برّی فوج سے منسلک ہو گئے۔ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے وابستہ ہوئے اور اپنی وفات تک یہ تعلق برقرار رکھا۔

جعفر طاہر کے شعری مجموعے ہفت کشور، ہفت آسمان اور سلسبیل کے نام سے اشاعت پذیر ہوئے تھے۔ ہفت کشور وہ شعری مجموعہ ہے جس پر 1962ء میں طاہر جعفر نے آدم جی ادبی انعام حاصل کیا تھا۔

جعفر طاہر کی غزلوں کے موضوعات اور ان کا اسلوب بھی اپنی انفرادیت کے سبب انھیں تخلیقی وفور سے مالا مال اور ثروت مند ظاہر کرتا ہے۔ جعفر طاہر کی ایک غزل ملاحظہ کیجیے۔

یہ تمنا تھی کہ ہم اتنے سخنور ہوتے
اک غزل کہتے تو آباد کئی گھر ہوتے
دوریاں اتنی دلوں میں تو نہ ہوتیں یا رب
پھیل جاتے یہ جزیرے تو سمندر ہوتے
اپنے ہاتھوں پہ مقدر کے نوشتے بھی پڑھ
نہ سہی معنیٰ ذرا لفظ تو بہتر ہوتے
ہم اگر دل نہ جلاتے تو نہ جلتے یہ چراغ
ہم نہ روتے جو لہو آئنے میں پتھر ہوتے
ہم اگر جام بکف رقص نہ کرتے رہتے
تیری راہوں میں ستارے نہ گُلِ تر ہوتے
صورتیں یوں تو نہ یاروں کی رلاتی رہتیں
اے غمِ مرگ یہ صدمے تو نہ دل پر ہوتے
ہم رہے گرچہ تہی دست ہی جعفر طاہؔر
بس میں یہ بات بھی کب تھی کہ ابوذر ہوتے

راولپنڈی میں وفات پانے والے اردو کے اس ممتاز شاعر کو جھنگ میں ان کے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

جعفر طاہر کے اشعار

اے وطن جب بھی سر دشت کوئی پھول کھلا
دیکھ کر تیرے شہیدوں کی نشانی رویا
آپس کی گفتگو میں بھی کٹنے لگی زباں
اب دوستوں سے ترک ملاقات چاہیے
طاہؔر خدا کی راہ میں دشواریاں سہی
عشق بتاں میں کون سی آسانیاں رہیں
اٹھی تھی پہلی بار جدھر چشم آرزو
وہ لوگ پھر ملے نہ وہ بستی نظر پڑی
جب بھی دیکھی ہے کسی چہرے پہ اک تازہ بہار
دیکھ کر میں تری تصویر پرانی رویا
تجھے بھی دیکھ لیا ہم نے او خدائے اجل
کہ تیرا زور چلا بھی تو اہل غم پہ چلا
اِک عمر بھٹکتے ہوئے گزری ہے جنوں میں
اب کون فریب نگہ یار میں آئے
عرصۂ ظلمت حیات کٹے
ہم نفس مسکرا کہ رات کٹے
ناز ہر بت کے اٹھا پائے نہ جعفؔر طاہر
چوم کر چھوڑ دیے ہم نے یہ بھاری

☆☆☆☆☆☆

یہ تو نہیں کہ ہم پہ ستم ہی کبھی نہ تھے
اتنا ضرور تھا کہ وہ نا گفتنی نہ تھے
اے چشم التفات یہ کیا ہو گیا تجھے
تیری نظر میں ہم تو کبھی اجنبی نہ تھے
پھرتے ہیں آفتاب زدہ کائنات میں
ہم پر کسی کی زلف کے احساں کبھی نہ تھے
پامال کر دیا جو فلک نے تو کیا کہیں
ہم تو کسی کمال کے بھی مدعی نہ تھے
کیا جرم تھا یہ آج بھی ہم پر نہیں کھلا
یہ علم ہے کہ اہل جنوں کشتنی نہ تھے
ہر لحہ تیرے عشق میں عمر ابد بنا
جو دن بھی زندگی کے ملے عارضی نہ تھے
مرجھا کے بھی گئی نہ مہک جسم ناز کی
یہ موتیے کے پھول کوئی کاغذی نہ تھے
یاران شہر عشق میں بے آبرو ہوئے
ہم پر تو مہرباں وہ کبھی تھے کبھی نہ تھے
اقلیم عاشقی کو دیا دین شاعری
ہم صاحب کتاب تھے گرچہ نبی نہ تھے
ہم جن کی نذر کرتے جواہر کلام کے
طاہؔر ہمارے شہر میں وہ جوہری نہ تھے

☆☆☆☆☆☆

دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے بھاری پتھر
مارنے آئے ہیں عیسیٰ کو حواری پتھر
میں نے جو تیرے تصور میں تراشے تھے کبھی
لے گئے وہ بھی مرے گھر سے پجاری پتھر
آدمی آج کہیں جائے تو کیوں کر جائے
سر پہ صحرا تو زمیں ساری کی ساری پتھر
سب سے پہلے مرے بھائی نے ہی پھینکا مجھ پر
پہلا پتھر ہی مجھے ہو گیا کاری پتھر
رحم اے گردش دوراں یہ تماشا کیا ہے
پھول سے شانوں پہ کرتے ہیں سواری پتھر
جب کوئی غنچہ کھلا کوئی کلی چٹکی ہے
لے کے پہنچی ہے وہیں باد بہاری پتھر
دل ہے اس آہوئے درماندہ وبیکس کی طرح
مارتے ہیں جسے مل مل کے شکاری پتھر
سین ؟ سنگ سے دریا نہیں بہتے دیکھے
کون کہتا ہے کہ ہیں درد سے عاری پتھر
ناز ہر بت کے اٹھا پائے نہ جعفؔر طاہر
چوم کر چھوڑ دیے ہم نے یہ بھاری پتھر

☆☆☆☆☆☆

چھیڑ کر تذکرہ دور جوانی رویا
رات یاروں کو سنا کر میں کہانی رویا
ذکر تھا کوچہ و بازار کے ہنگاموں کا
جانے کیا سوچ کے وہ یوسف ثانی رویا
غیرت عشق نے کیا کیا نہ بہائے آنسو
سن کے باتیں تری غیروں کی زبانی رویا
جب بھی دیکھی ہے کسی چہرے پہ اک تازہ بہار
دیکھ کر میں تری تصویر پرانی رویا
چشم ارباب وفا ہے جو لہو روتی ہے
غیر پھر غیر ہے رویا بھی تو پانی رویا
تیری مہکی ہوئی سانسوں کی لویں یاد آئیں
آج تو دیکھ کے میں صبح سہانی رویا
اے وطن جب بھی سر دشت کوئی پھول کھلا
دیکھ کر تیرے شہیدوں کی نشانی رویا

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

روزہ اور صحت

حکیم حارث نسیم سوہدروی

ماہ رمضان المبارک کے روزے ہر مسلمان پر فرض ہیں . قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالی ہے اے ایمان والو! روزہ تم پر فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تا کہ تم میں تقوی پیدا ہو

روزے کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یہ دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں ..دین اسلام دین فطرت ہے اس طرح روزوں کا دینی اور روحانی پہلو اپنی جگہ اگر چہ روزہ کا بنیادی مقصد تقوی پیدا کرنا ہے مگر اس کے طبی پہلو کی بھی اپنی اہمیت ہے کیونکہ دین فطرت ہونے کے ناطے اس کا ہر عمل انسان کے لیے ہر طرح مفید ہے . روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے البتہ اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو یا خواتین کے مخصوص مسائل ہوں تو ایسی صورت میں رخصت کی اجازت ہے اور بعد میں رکھ لے . معافی کسی صورت نہیں ہے-بعض لوگ روزہ کو فاقہ قرار دیتے ہیں جس سے صحت متاثر ہوتی ہے حالانکہ روزہ فاقہ نہیں ہے بلکہ صبح نماز فجر سے غروب افتاب تک کھانے پینے اور نفسیاتی خواہشات سے دور رہنے کا نام ہے اس طرح روزہ سے نظم وضبط کے ساتھ زندگی گزارنے کی تربیت کے ساتھ ساتھ قوت ارادی بڑھتی ہے-قوت برداشت میں اضافہ ہوتا ہے. جسم کو فاسد مواد سے پاک اور خون صاف کرتا ہے-ہوس اور حرص سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتا ہے اس طرح جسم کی تربیت ہوتی ہے ایک جائز اور حلال چیز سامنے پڑی ہے مگر روزہ میں نہیں کھانی اس طرح قوت ارادی بڑھتی ہے جس کے صحت پر اچھے اور مفید اثرات ہوتے ہیں اور مدافعتی نظام مضبوط ہوتا ہے . روزہ سے کئی امراض میں فائدہ ہوتا ہے جن میں ہائی بلڈ پریشر،موٹاپا،نزلہ زکام اور امراض معدہ شامل ہیں.-ہم کہہ سکتے ہیں کہ روزہ کئی امراض کا قدرتی یکسر علاج بھی ہیاب تو مغرب والے بھی فاقہ کے نام پر روزے کی طبی افادیت کے قائل ہو چکے ہیں کےامراض میں فاقہ سے علاج کرتے ہیں روزہ معدہ کی اصلاح کرتا ہے اور نظام ہضم کو درست کرتا ہے میڈیکل سائنس کے مطابق بہت سے امراض کی وجہ معدہ کے نظام کی خرابی ہے جب کہ روزہ سے معدہ چاک و چوبند ہو کر جسم کی خدمت کے لیے مستعد ہو جاتا ہے-صبح سے شام تک کوئی چیز نہ کھانے پینے سے معدہ اور اس کے متعلقہ اعضاء کو آرام کا موقع مل جاتا ہے اور جو قوت غذا کو ہضم کرنے میں صرف ہوتی ہیروزہ کی صورت یہ قوت جسم کے ردی و فاسد مواد اور لحمیات کو خارج کرتی ہے یہ مواد امراض کا سبب بنتا ہے یوں روزہ کی وجہ سے اخراج ہو کر جسم کے اعضاء کی کارکردگی بڑھ جاتی ہے جس سے صحت بہتر ہوتی ہے-

تمباکو نوشی کی وجہ سے دنیا بھر میں ہر سال ساٹھ لاکھ افراد موت کی وادی میں چلے جاتے ہیں-عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ اگر تمباکو نوشی کے اس سیلاب کو روکا نہ گیا تو 2030 میں یہ تعداد مذید بڑھ جائے گی پاکستان ان ممالک میں ہیں جہاں تمباکو نوش حضرات کی شرح 21 فیصد ہے اور ہر سال 5 فیصد اضافہ ہو رہا ہے تمباکو نوشی میں سب سے خطرناک نیکوٹین ہے جو دمہ،کھانسی،منہ،حلق،پھیپھڑوں اور آنتوں کے کینسر کا سبب بن سکتی ہے شعور آگاہی کے باوجود تمباکو نوشی کو بڑھنے سے روکا نہیں جا سکا مگر روزہ جو قوت ارادی بڑھاتا ہے سارا دن بغیر کھائے پیے اور تمباکو نوشی کے گزر جاتا ہے افطاری کے بعد اس علت میں مبتلا افراد کو شدید طلب ہوتی ہے اس کی جگہ اگر چائے یا قہوہ استعمال کریں یا پھر افطاری کے بعد تسبیح یا تلاوت قرآن حکیم کریں یا کوئی مصروفیات کرلیں تو چند روز بعد یہ عادت ختم ہو جاے گی جس کا فائدہ آپ کی صحت اور خاندان کو ہو گا روزہ کے جسم پر جو مثبت اثرات ہوتے ہیں ان میں سب سے قابل ذکر خون کے روغنی مادوں میں ہونے والی تبدیلیاں ہیں خاص کر مفید قلب کولیسٹرول (ایچ ڈی ایل) کی سطح میں مفید اضافہ ہے کیونکہ اس سے دل کی شریانوں کو تحفظ ملتا ہے اس کے علاوہ مضر قلب چکنائی (ایل ڈی ایل) اور ٹرائی گلیسرائیڈ کی سطح بھی معمول پر جاتی ہے اس کے علاوہ روزوں کی وجہ سے چکنائیوں کے استحالے (میٹابولزم) کی شرح بہت اچھی ہو جاتی ہے جس کے صحت قلب پر اچھے اثرات ہوتے ہیں اس کے علاوہ خون کا بڑا ہوا دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) بھی نارمل ہو جاتا ہے-شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی جو کہ آجکل عام ہے کی بڑی وجہ خون میں شامل باقی ماندہ غذائی مادوں کا پوری طرح تحلیل نہ ہونا ہے یوں شریانوں کی دیواروں پر چربی یا اس کے اجزا جم جاتے ہیں جس کے نتیجے میں شریانیں سکڑنے کا عمل ہو سکتا ہے-روزہ میں جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوں گے تو شریانوں کے سکھنے کے مرض سے بچا جا سکتا ہے اور ہڈیوں کا گودہ حرکت پزیر ہو کر خون میں اضافہ کا سبب بنے گا اس طرح جسم میں خون کی کمی کا عارضہ نہیں ہوگا . موٹاپا صحت کے لیے اہم مسئلہ ہے خواتین میں تو موٹاپا ختم کرنے کا جنون ہے-جگہ جگہ سلمنگ سنٹر قائم ہیں موٹاپا کو روکنے کے لئے طرز زندگی اور غذاء عادات کو بدلنا لازمی ہے اگر روزہ کو روزہ کی روح یعنی تقلیل غذا کے مطابق رکھا جائے تو موٹاپا سے بچا جا سکتا ہے ہم لوگ روزہ کے جسمانی صحت پر اثرات اس لیے حاصل نہیں کر پاتے کہ ہم روزہ رسول اکرم صہ کے اسوہ کے مطابق نہیں رکھتے. سحری وافطاری میں انواع واقسام کے کھانے تیار کرتے ہیں. گھروں کا بجٹ بڑھ کر دوگنا ہو جاتا ہے . یوں روزہ کی روح ختم ہو جاتی ہے اور جسم کی صحت کو مطلوبہ اثرات نہیں ملتے . اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے اس قدر افطاری کی جاتی ہے کہ اس کے بعد کھانے کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور چٹ پٹی اشیا کے بعد خوب پانی اور مشروبات سے پیٹ بھر لیا جاتا ہے جس سے نماز عشاء میں طبعیت بوجھل ہونے لگتی ہے اور اس طرح پیٹ بھرنے سے چند روز بعد بھوک متاثر ہو جاتی ہے اور جسم میں نقاہت کا احساس ہوتا ہے جب ہم روزے میں دن میں کےبار کھانے کے صرف صبح وشام کم غذا لیں گے تو جسم میں چربی کم ہوتی جاے گی جس سے موٹاپا جاتا رہے گا اگر ہم روزہ کے جسمانی صحت پر خوشگوار اثرات چاہتے ہیں تو سب سے بہتر افطاری کھجور اور دودھ ہے دودھ میں کوء دیسی مشروب لیا جا سکتا ہے گرمی کا موسم ہے تو ستو شکر ملا کر یا لیموں کی سنکجبین لی جا سکتی ہے-کھجور سنت رسول بھی ہے یہ معدہ میں جاتے ہی خون میں حل پزیر ہو کر دن بھر کی کمزوری ختم کر دیتی ہے پھر نماز مغرب کے بعد معمول کا کھانا کھائیں-پکوڑے سموسے کچوریاں اور چاول رمضان المبارک میں ترک کر دیں اس طرح سحری میں روٹی سالن کے ساتھ دہی یا کچی لسی مفید ہے-روزہ پر جدید میڈیکل سائنس میں جس قدر تحقیق ہوئی ہے سب نے روزہ کو صحت کے لیے مفید قرار دیا ہے 1996. میں جنوبی افریقہ میں روزہ کے صحت پر اثرات کے عنوان سے کانفرنس ہوئی جس میں 50 سے زائد ممالک کے ماہرین طب وصحت شریک ہوئے سب نے اتفاق کیا کہ جو لوگ رسول اکرم صہ کے طریقے کے مطابق روزے رکھتے ہیں ان کے جسم میں غیر معمولی تبدیلیاں ہوتی ہیں . نشہ اور غیر ضروری عادات سے جان چھوٹ جاتی ہے کانفرنس میں شریک ماہرین وہ مسلم تھے یا غیر مسلم تھے سب کا کہنا تھا کہ روزہ سے جسم پر کوئی مضر پہلو نہیں ہوتا اور ہر طرح سے جسم کے لیے فائدہ مند ہے . جدید تحقیقات نے بھی روزہ کے جسم پر خوشگوار اثرات کو تسلیم کیا ہے-

ISSN # : 3080-9746

اس میں پابندی اوقات سے کھانا پینا ہوتا ہے جس سے جسم کی قوت مدافعت (ایمون سسٹم) جو قدرت نے بغیر کسی خارجی تدبیر کے امراض سے بچا کے لئے بنا رکھا ہے اور جسم کے اعضاء کی کارکردگی کو قائم رکھتا ہے روزہ اس قوت کو مضبوط بناتا ہے میڈیکل سائنس کے مطابق امراض اس وقت حملہ آور ہونے میں کامیاب ہوتے ہیں جب یہ قوت کمزور پڑتی ہے اس لئے علاج میں مرض کی دوا کے ساتھ اس قوت کو مضبوط بنایا جاتا ہے وہ ویدک طریقہ علاج میں بھی اور جدید میڈیکل سائنس نے بھی وقتی طور پر ترک خورد ونوش کو ازالہ امراض کے لئے اہم تدبیر قرار دیتے ہیں ہمارے ہاں اکثر لوگ اس لئے روزہ کے صحت اثرات حاصل نہیں کر پاتے کہ رمضان المبارک میں تقلیل غذا کی بجاے بسیار خوری کرتے ہیں اور مرغن غذاؤں کے استعمال میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اس طرح گھروں کا بجٹ بھی بڑھا لیتے ہیں جس سے ہم دینی اور صحت دونوں طرح مقاصد حاصل نہیں کر پاتے کیوں کہ ضرورت سے زیادہ غذا کو جسم سے خارج کرنے کے لئے جسمانی اعضا کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور ان کی کارکردگی میں فرق آتا ہے جس سے صحت کے مسائل جنم لیتے ہیں البتہ ذیابیطس گردوں کے مریضوں اور دل کے مریضوں کو اپنے معالج کے مشورے سے روزہ رکھنا چاہیے۔

رمضان المبارک کے لئے بہترین غذائیں

کھجور: یہ محبوب خدا کی سنت ہے اور حیاتین سے بھر پور ہے اور جلد جزو بدن بن جاتا ہے دن بھر جو حرارے تحلیل ہوتے ہیں ان کا نعم البدل ہے

شہد: جدید تحقیقات کے مطابق یہ صحت و توانائی بہت عمدہ ہے یہ بچہ سے بوڑھے تک سب کے لئے باکمال ہے اس کا روزانہ دو چمچ استعمال افطار کے ساتھ کر لیا جائے

*دہی چھاج دودھ اور زیتون بھی روزوں میں استعمال کریں دودھ کی طرح دہی بھی جسم کی نشو ونما کے لئے عمدہ غذا ہے چھاج جب ہضم ہوتی ہے تو اس کی حرارت جسم کی قدرتی حرارت سے مل کر جسم کی نشو ونما کرتی ہے جسم کے تمام اعضا اور پرزے دودھ دہی سے نشو ونما پاتے ہیں اور روزوں کے صحتی فوائد بھی حاصل کریں۔

اگر چہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اصل مقصد تقوی ہے اس طرح ہم دینی مقصد کے ساتھ صحتی فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں اور نہ صرف روزہ کو اس کی روح کے مطابق رکھ کر جسم کو صحت مند رکھ سکتے ہیں بلکہ روحانی طور پر رفعت وعظمت کا حصول بھی کر سکتے ہیں اور اللہ کی رحمت بلکہ ایک ہمہ جہت عبادت ہے جو انسان کی روح، جسم اور ذہن تینوں پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہیں کہ مخصوص اوقات تک کھانے پینے سے رک جانا (Fasting) انسانی صحت کے لیے بے شمار فوائد رکھتا ہے۔ اسلام نے روزے کی صورت میں ہمیں ایک ایسا فطری اور متوازن نظام عطا کیا ہے جو جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت اور روحانی بالیدگی کا ذریعہ بناتا ہے۔

روزے کے جسمانی فوائد

روزے کے دوران نظامِ ہضم کو آرام ملتا ہے، معدہ اور آنتیں مسلسل کام سے وقتی طور پر آزاد ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں جسم میں Detoxification کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔

اہم فوائد درج ذیل ہیں:

نظامِ ہضم کی بہتری

خون میں شوگر اور کولیسٹرول کا توازن
جگر کی صفائی اور چربی میں کمی
قوتِ مدافعت (Immunity) میں اضافہ
ذہنی سکون اور یکسوئی

تاہم یہ تمام فوائد اسی وقت مکمل طور پر حاصل ہوتے ہیں جب روزہ صحت مند غذاؤں کے ساتھ رکھا جاے

سحری کی اہمیت اور مفید غذائیں

سحری روزے کی بنیاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سحری کو باعثِ برکت قرار دیا۔ سحری ایسی ہونی چاہیے جو دیر تک توانائی فراہم کرے اور پیاس و کمزوری سے بچائے۔

سحری میں مفید غذائیں

1. اناج اور فائبر والی غذائیں
دلیہ، براؤن بریڈ، چپاتی
فائبر ہاضمہ درست رکھتا ہے اور دیر تک بھوک نہیں لگنے دیتا

2. پروٹین سے بھرپور غذائیں
انڈے، دالیں، دودھ، دہی
پروٹین عضلات کو مضبوط کرتا اور کمزوری سے بچاتا ہے

3. پھل
کیلا، سیب، کھجور
قدرتی شکر فوری توانائی دیتی ہے

4. پانی اور مشروبات

کیفین والے مشروبات (چائے، کافی) کم استعمال کیے جائیں

افطار کی اہمیت اور سنت طریقہ

افطار روزے کا سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ درست افطار نہ کرنا پورے دن کی محنت ضائع کر سکتی ہے۔

سنت افطار
کھجور اور پانی سے افطار
اس کے بعد ہلکی غذا

افطار میں مفید غذائیں

1. کھجور
فوری توانائی
پوٹاشیم اور فائبر سے بھرپور

2. پھلوں کا استعمال
تربوز، خربوزہ، مالٹا
پانی کی کمی پوری کرتے ہیں

3. ہلکی غذا
سوپ، سبزی، دال
معدے پر بوجھ نہیں ڈالتی

4. پروٹین
ابلا ہوا گوشت، چکن، مچھلی
جسمانی طاقت بحال کرتی ہے

کن غذاؤں سے پرہیز ضروری ہے

روزے میں کچھ غذائیں فائدے کے بجائے نقصان پہنچا سکتی ہیں:

بہت زیادہ تلی ہوئی اشیاء (پکوڑے، سموسے)
بازاری مشروبات اور کولڈ ڈرنکس
بہت زیادہ مرچ مصالحہ
میٹھی اور چکنائی والی اشیاء کا حد سے زیادہ استعمال
یہ غذائیں بدہضمی، تیزابیت اور وزن میں اضافے کا سبب بنتی ہیں۔

روزہ، ذہنی صحت اور روحانی فوائد

روزہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو ہمیں صحت مند زندگی گزارنے کا عملی سبق دیتا ہے۔ اگر سحری اور افطار میں متوازن، سادہ اور غذائیت سے بھرپور غذا استعمال کی جائے تو روزہ شفا بن جاتا ہے، ورنہ بے احتیاطی اسے بوجھ بھی بنا سکتی ہے۔

روزہ صرف بھوکا رہنے کا نام نہیں بلکہ صحیح غذا، درست نیت اور متوازن طرزِ زندگی کا مجموعہ ہے۔

ISSN # : 3080-9746

رمضان المبارک اور محاسبِ نفس

ڈاکٹر مفتی احمد رضا

رمضان المبارک صرف عبادات کا مہینہ نہیں بلکہ انسانی شخصیت کی تشکیلِ نو، اخلاقی تطہیر اور اجتماعی اصلاح کا ایک ہمہ گیر نظام ہے۔ یہ مہینہ انسان کو محض بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی مشق نہیں کراتا بلکہ اسے اپنے باطن کا جائزہ لینے، اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنی زندگی کی سمت درست کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

آج کے دور میں جب معاشرہ بدعنوانی، بے ایمانی، خودغرضی اور اخلاقی انحطاط جیسے مسائل سے دوچار ہے، رمضان کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اگر اس مہینے کی روح کو سمجھ لیا جائے اور اسے عملی زندگی میں نافذ کر دیا جائے تو نہ صرف فرد کی اصلاح ممکن ہے بلکہ پورا معاشرہ مثبت تبدیلی کی طرف گامزن ہوسکتا ہے۔

محاسبۂ نفس

محاسبۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے افکار، اعمال، نیتوں اور رویوں کا جائزہ لے، اپنی کوتاہیوں کو پہچانے اور اصلاح کی کوشش کرے۔ قرآن مجید انسان کو محض خارجی اعمال تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے باطن کی نگرانی بھی سکھاتا ہے۔ قرآن میں انسان کو بارہا متنبہ کیا گیا کہ وہ اپنے انجام کو سامنے رکھ کر زندگی گزارے۔ قیامت کے دن کا تصور دراصل ایک عظیم احتسابی نظام کی یاددہانی ہے۔ جب انسان کو یقین ہو کہ اس کے ہر قول و فعل کا حساب ہوگا تو وہ خود اپنے آپ کا نگران بن جاتا ہے۔

قرآن مجید کی رہنمائی

محاسبہ کا تصور کئی مقامات پر ملتا ہیجیسا کہ قرآن میں ہے ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔ یہ آیت دراصل خود احتسابی کی دعوت ہے۔ اسی طرح سور? قیامہ میں نفسِ لوامہ کا ذکر آتا ہے، یعنی وہ ضمیر جو انسان کو غلطی پر ملامت کرتا ہے۔ یہ تصور واضح کرتا ہے کہ اسلام میں احتساب صرف ریاستی یا عدالتی نظام کا نام نہیں بلکہ یہ سب سے پہلے انسان کے دل میں قائم ہوتا ہے۔ جب ضمیر بیدار ہوتو بیرونی نگرانی کی ضرورت کم پڑ جاتی ہے۔

رمضان اور احتساب کا باہمی تعلق

رمضان المبارک میں روزہ انسان کو ظاہری اور باطنی نگرانی کا شعور دیتا ہے۔ جب کوئی شخص تنہائی میں بھی کھانے پینے سے رک جاتا ہے تو وہ دراصل اس یقین کا

اظہار کرتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہی احساس محاسبۂ نفس کی بنیاد ہے۔

روزہ انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانا سکھاتا ہے۔ نفس کی تربیت کا یہ عمل دراصل ایک عملی مشق ہے جس کے ذریعے انسان اپنے رویوں کا از سرِ نو جائزہ لیتا ہے۔ رمضان کی راتوں میں قیام، تلاوت اور دعا انسان کو اپنے ماضی پر غور کرنے اور آئندہ کے لیے عزم کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

محاسبہ اور تزکیۂ نفس

قرآن میں تزکیہ یعنی پاکیزگی کو کامیابی کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ محاسبہ اس تزکیہ کا پہلا مرحلہ ہے۔ جب تک انسان اپنی کمزوریوں کو تسلیم نہ کرے، اصلاح ممکن نہیں۔ رمضان اسی شعور کو بیدار کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی جانچ کرے، اپنی ترجیحات درست کرے اور اپنے مقصدِ حیات کو پہچانے۔

رمضان اور بدعنوانی کے خاتمے کا تعلق

بدعنوانی صرف مالی بے ضابطگی کا نام نہیں بلکہ ہر وہ عمل جس میں حق تلفی، دھوکہ دہی یا امانت میں خیانت شامل ہو، بدعنوانی کے زمرے میں آتا ہے۔ رشوت، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، جھوٹا بیان، سرکاری وسائل کا غلط استعمال —— یہ سب بدعنوانی کی مختلف صورتیں ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق حرام کمائی نہ صرف فرد کی روحانیت کو متاثر کرتی ہے بلکہ پورے معاشرے میں ظلم اور ناانصافی کو فروغ دیتی ہے۔

رمضان میں روزہ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جائز خواہشات کو بھی محدود کرسکتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کے حکم پر حلال کھانا بھی چھوڑ دیتا ہے تو حرام مال سے بچنا اس کے لیے آسان ہونا چاہیے۔ یہ مہینہ انسان کے اندر خوفِ خدا کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر یہی کیفیت پورے سال برقرار رہے تو رشوت اور دھوکہ دہی جیسے جرائم میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔

رمضان کا معاشی پہلو

رمضان میں زکوۃ اور صدقات کی ادائیگی کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ یہ عمل معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کو فروغ دیتا ہے۔ جب امیر طبقہ اپنی ذمہ داری ادا کرے اور ضرورت مندوں کا خیال رکھے تو معاشی ناانصافی کم ہوسکتی ہے، جو اکثر کرپشن کی ایک بڑی وجہ بنتی ہے۔

اگر رمضان کے دوران سرکاری ادارے، کاروباری مراکز اور تعلیمی ادارے دیانت داری کی خصوصی مہم چلائیں، تو یہ پیغام عام ہوسکتا ہے کہ عبادت صرف مسجد تک محدود نہیں بلکہ دفتر، بازار اور عدالت تک بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر ایک سرکاری ملازم روزہ رکھ کر بھی رشوت لیتا ہے تو یہ عبادت کی روح کے خلاف ہے۔ رمضان ہمیں اس تضاد کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

رمضان اور ذمہ داری کا شعور

ISSN # : 3080-9746

رمضان انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا نمائندہ ہے۔ روزہ اسے احساس دلاتا ہے کہ معاشرے کے کمزور افراد کا خیال رکھنا اس کی ذمہ داری ہے۔ افطار دسترخوان، اجتماعی تراویح اور صدقات کا نظام معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ سب اعمال اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام فرد کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ اسے اجتماعی فلاح کا حصہ بناتا ہے۔

سماجی رویوں میں تبدیلی

اگر رمضان میں جھوٹ، غیبت، دھوکہ اور بددیانتی سے بچنے کی تربیت دی جائے اور اسے سال بھر جاری رکھا جائے تو معاشرے میں مثبت تبدیلی آ سکتی ہے۔ یہ مہینہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ عبادت کا حقیقی اثر انسان کے کردار میں نظر آنا چاہیے۔

تعلیمی اداروں میں کردار سازی

اسکولوں اور جامعات میں رمضان کے دوران محاسبۂ نفس اور اخلاقی تربیت پر خصوصی لیکچرز، سیمینارز اور مباحثے منعقد کیے جائیں۔ طلبہ کو عملی سرگرمیوں کے ذریعے دیانت داری کا شعور دیا جائے۔

مساجد کا فعال کردار

مساجد صرف عبادت گاہیں نہیں بلکہ تربیتی مراکز بھی ہیں۔ خطباء اور علما کو چاہیے کہ وہ اپنے خطبات میں بدعنوانی، بے ایمانی اور سماجی ذمہ داری جیسے موضوعات کو اجاگر کریں۔

میڈیا کا مثبت استعمال

ٹی وی، ریڈیو اور سوشل میڈیا کے ذریعے ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جو احتسابِ نفس اور اخلاقی اصلاح کو فروغ دیں۔ ڈراموں اور اشتہارات میں سادگی اور سماجی شعور کو نمایاں کیا جائے۔ رمضان میں سرکاری دفاتر میں شفافیت مہم چلائی جا سکتی ہے۔ شکایتی نظام کو فعال بنایا جائے اور عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ ان کی آواز سنی جائے گی۔

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے جس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ مگر عملی زندگی میں ہم کئی اخلاقی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ بدعنوانی، ناانصافی اور بے اعتمادی نے معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کیا ہے۔ رمضان المبارک ہمارے لیے ایک سنہری موقع ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیں۔ اگر ہم اس مہینے میں سچے دل سے توبہ کریں، دیانت کو اپنائیں اور امانت کا حق ادا کریں تو ہمارے ادارے مضبوط ہو سکتے ہیں، معیشت بہتر ہو سکتی ہے اور سماجی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رمضان کو محض رسمی عبادات تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے کردار سازی، احتساب اور اصلاح کا عملی پروگرام بنایا جائے۔ اگر ہر فرد یہ عہد کر لے کہ وہ اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کرے گا، تو پاکستان نہ صرف ایک مضبوط اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے بلکہ دنیا کے لیے ایک مثال بھی قائم کر سکتا ہے۔

رمضان کا پیغام یہی ہے:

اپنے دل کا جائزہ لیجیے، اپنے عمل کو سنواریے، اور اپنے معاشرے کو بہتر بنانے میں اپنا کردار ادا کیجیے۔ یہی محاسبہ نفس کی حقیقی روح ہے، اور یہی ایک باوقار اور بااعتماد قوم کی بنیاد۔

AL MAALIK ART
GROUP
LAHORE - PAKISTAN
+92-311-149-1458
www.almaalikartgroup.com

BUSINESS CARD
FAVOR BOX
BROCHURS
TISSUE BOX
POSTER
CAPS
CERTIFICATES
BOOKS & COPIES
TEA MUG
STICKERS
ENVELOPES
PEN
WEDDING CARDS
FILE FOLDER
FLYERS
PRICE TAG
GOODIE BAGS
FLEX STANDEE
PVC CARDS
KEY CHAIN

ADEEL AHMAD KHAN
CEO

ISSN # : 3080-9746

بول میری مچھلی

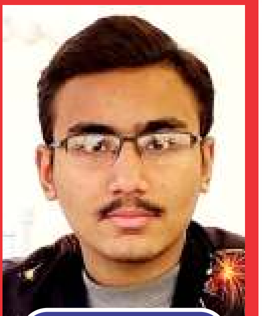

محمد ذوالقرنین حیدر

آخری بار جب جال پانی سے باہر نکالا تو اس نے صبح صادق کی ہلکی سی روشنی میں دیکھا کہ ایک مچھلی کی دم میں کچھ چمک رہا تھا

تیمور نے اگلے چوبیس گھنٹوں کے لئے ضرورت کی ہر چیز ماں کے بستر کے پاس ایک میز پر رکھی اور ماں کے پاس بیٹھ گیا۔ماں نے مندی آنکھیں کھول دیں،تو تیمور نے ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوما اور ماں کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ماں کے لب ہلے اور تیمور سمجھ گیا کہ ماں اسے دعائیں دے رہی تھی۔اس نے ماں کے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ماں کو سمجھایا کہ ”ماں جی خبروں میں سن رہے ہیں کہ کل سے سمندری طوفان آ رہا ہے جس کی وجہ سے اگلے کئی روز تک سمندر میں جا کر مچھلی نہیں پکڑی جا سکے گی،اس لئے میں آج رات واپس نہیں آؤں گا بلکہ زیادہ ساری مچھلی جمع کروں گا تاکہ اگلے چند روز تک کے لئے آپ کی دوا اور خوراک میں کمی نہ آسکے“۔

تیمور کی بات ختم ہوئی تو ماں کے چہرے پہ مسکراہٹ اور آنکھوں کے گیلے کناروں سے اسے سمجھ آ گئی کہ ماں اس کی بات سمجھ رہی ہے۔اس نے ماں کو بتایا کہ ”اس کی ہمسائی خالہ ستو اس کے پاس اس کی خبر گیری کے لئے آتی رہے گی میں اسے بتا جاؤں گا“۔ماں کو ساری باتیں سمجھا کر تیمور نے اپنی راہ لی اور ساحل پہ جا کر اللہ کا نام لے کر اپنی کشتی سمندر میں ڈال دی۔

اور بھی کئی ملاح اپنی کشتیاں سمندر میں ڈال کر رزق حلال کمانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ سمندر میں پھرتے پھیراتے دوپہر اور پھر شام ہو گئی تھی۔تیمور نے اپنی کشتی میں کافی مچھلی جمع کر لی تھی۔سب ماہی گیر گھروں کو لوٹ رہے تھے۔تیمور بھی کشتی کو ساحل پہ لے آیا۔اپنی کشتی میں رکھی پوٹلی سے نکال کر سادہ سا کھانا کھایا اور اپنے باپ کو بھی یاد کیا جب وہ آٹھویں کلاس میں تھا کہ اس کا باپ چل بسا تھا اور ماں ایک اچانک بیماری کا شکار ہو کر بستر سے لگ گئی تھی۔

اسے یقین تھا کہ خالہ ستو نے یقیناً ماں کو کھانا کھلا دیا ہو گا۔خالہ ستو تیمور کی ماں کی سہیلی تھی مگر اب اس کی بیماری کے بعد سے اس کی تیماردار بھی بن چکی تھی۔تیمور جب بھی کہیں جاتا خالہ ستو اپنی دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے اس کی ماں کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں۔تیمور کھانا کھا کر لیٹ گیا مگر وہ دل میں دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ پاک! میری مدد کر،کہ میں اپنی ماں کا علاج کروا سکوں اور وہ تکلیف سے نکل آئے۔

ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ کوسٹ گارڈ نے سیٹی بجا کر اسے یہاں سے چلے جانے کا کہا۔مگر تیمور خاموشی سے لیٹا رہا۔کافی دیر گزر گئی تھی۔تیمور بھی تھک چکا تھا مگر اسے پتہ تھا کہ اگر میں بھی گھر چلا گیا تو پتہ نہیں کتنے دن کاروبار سے ناغہ ہو جائے اور اگر پیسہ نہ ہوا تو ماں کی دوائیاں کہاں سے آئیں گی۔اس فکر نے اسے ہمت دی اور اس نے کشتی پھر سمندر میں ڈال دی۔

رات کی تاریکی میں چاند چمک رہا تھا جس کی کرنیں سمندر کی لہروں پہ کھیل رہی تھیں۔مگر تیمور اپنے کام میں مصروف تھا کہ باپ کی موت کے بعد وہی ماں کا اور ماں اس کا سہارا تھی۔اس نے کافی ساری مچھلی جمع کر لی تھی اور اب اس کا رخ ساحل کی طرف تھا کہ کوسٹ گارڈ گھنٹیاں بجا بجا کر سمندر میں موجود اکا دکا ماہی گیروں کو واپس آنے کی ہدایت کر رہے تھے کہ شام تک سمندر طوفان سے پاگل ہو جانے والا تھا۔اس نے آخری بار جب جال پانی سے باہر نکالا تو اس نے صبح صادق کی ہلکی سی روشنی میں دیکھا کہ ایک مچھلی کی دم میں کچھ چمک رہا تھا۔اس نے اپنا وہم سمجھتے ہوئے اسے بھی مچھلیوں کے ڈھیر پہ ڈالا اور چھابڑا اٹھا کر گدھا گاڑی پہ رکھا اور کشتی کو ساحل پہ مضبوطی سے باندھ دیا۔

ISSN # : 3080-9746

ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ،،،،،،،،غیبی قوت پھر کام دکھاگئی

سری لنکا، نیوزی لینڈ میچ کے دوران جے شاہ کی پراسرار آمد، پرچہ میگوئیاں

پاکستانی ٹیم کی چھٹی،،۔۔۔،، ڈاکٹر نقوی،،اب کوئی نئی سرجری کریں گے؟

جس کی ٹیم میں جگہ نہیں، اس کو کپتانی سونپ دی گئی۔۔۔۔۔۔یہ تو ہونا ہی تھا

رپورٹ: محمد عمر

پاکستان میں کرکٹ کے شائقین، کے ساتھ کرکٹ بورڈ، آنکھ مچولی کھیلتا رہتا ہے، وہ کبھی خوشی کبھی غم کی کیفیت سے دوچار رہتے ہیں، ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ 2026 بلڈ پریشر اور دل کے مریضوں کیلئے سخت امتحان کا باعث بنا رہا، انگلینڈ نے نیوزی لینڈ کو ہرایا تو انگریزوں سے زیادہ پاکستانی خوش تھے کہ ان کے سیمی فائنل تک پہنچنے کے امکانات موجود ہیں، اب انہیں سری لنکا کو بڑے مارجن سے ہرانا تھا، سری لنکن ٹیم اپنے ہوم گراؤنڈ پر زمبابوے اور پھر نیوزی لینڈ کے خلاف ذلت آمیز شکستوں کا سامنا کرچکی تھی اور اس ٹیم کے خلاف جیت، کوئی مشکل کام نہیں تھا، بابر اعظم کو باہر بٹھا کر خواجہ نافع کو موقعہ دیا گیا، صائم ایوب کو بھی باہر بٹھایا گیا مگر پورے ٹورنامنٹ میں صرف ایک مرتبہ 10 سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی، (وہ بھی نیمبیا جیسی کمزور

ٹیم کے خلاف) کپتانی کے منصب پر برقرار۔ پاکستانی ٹیم نے پہلے کھیلنا شروع کیا، 15،اوورز تک افتتاحی کھلاڑی صاحبزادہ فرحان اور فخر زمان، بہت اچھا کھیلے، گیارہ کی اوسط سے اسکور کو 176 تک لے گئے

پھر،، غیبی قوت،، حرکت میں آگئی، 15،5 اوورز میں 176 رنز بنانے والی ٹیم آخری 25 گیندوں پر صرف 36 رنز بنا سکی، وہ بھی 8 وکٹ کھو کر، آغا سلمان، جن کو پتہ نہیں کس خوبی کی بنا پر کپتان بنا دیا گیا تھا، ایک مرتبہ پھر بڑی شان سے صفر کا تمغہ سجا کر پویلین لوٹ گئے، آخری 8 کھلاڑیوں میں سے کوئی بھی 10 کے ہندسہ تک نہ پہنچ سکا، مبصرین ایک موقعہ پر پاکستانی ٹیم کے 250 رنز کی پشین گوئی کررہے تھے، مگر ٹیم بمشکل 212 رنز بنا سکی، اس وقت تک امید برقرار تھی، پاکستان اگر سری لنکا کو 147 تک محدود کرلیتا تو سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرسکتا تھا مگر افسوس، وہ آغا سلمان کی کپتانی کا سب سے برادن ثابت ہوا، ان کو اندازہ ہی نہ تھا کہ کہاں فیلڈ کھڑی کرنی ہے اور کس باولر کو استعمال کرنا ہے، زمبابوے اور نیوزی لینڈ لے ہاتھوں ذلت سے دوچار ہونے والی ٹیم 212 کے جواب میں 207 رنز بنا گئی، 5 رنز سے کامیابی، فتح نہیں ذلت آمیز شکست تھی، ہاکستانی شائقین، کی غلط فہمی تھی کہ سری لنکن ٹیم پاکستان کیلئے نرم گوشہ رکھتی ہے، آئی سی سی کے ہندوستانی سربراہ جے شاہ اسٹیڈیم میں موجود تھے جب سری لنکا نے جیتا ہوا میچ نیوزی لینڈ کو،، بخش،، دیا، لگتا ہے وہ،، غیبی قوت،، جے شاہ کے کنٹرول میں تھی، نیوزی لینڈ کے 16 اوور میں 6 وکٹ پر 86 رنز تھے، نیوزی کے ساتویں اور آٹھویں نمبر کے کھلاڑی اگلے 4 اوورز میں 80 رنز بنا گئے، تھوڑی دیر پہلے انتہائی خطرناک باولنگ کرنے والے کھلاڑی، ایک اوور میں تین تین وائڈ پھینکنے کے ساتھ صرف فل ٹاس پھینک کر 20 کی اوسط سے رنز دے رہے تھے، اور اپنی باری آنے پر 116 پر بڑی آسانی سے آوٹ ہو گئے، اس روز سری لنکا نیوزی لینڈ کو ہرادیتی تو پاکستان بہ آسانی سیمی فائنل تک پہنچ جاتا، یہ جے شاہ کو منظور نہ تھا، سری لنکا اور نیوزی لینڈ کے میچ میں جے شاہ کا خصوصی طور پر سری لنکا میں جانے کا کیا مقصد تھا، مبصرین کے مطابق سری لنکا، نیوزی لینڈ میچ کے دوران آئی سی سی کے انڈین سربراہ جے شاہ کی پراسرار، آمد کام دکھا گئی، پاکستانی ٹیم کی ناقص کارکردگی کا بھی کوئی جواز پیش نہیں کیا جاسکتا، ماسوائے ابرار جنہوں نے 4، اوورز میں 23 رنز دے کر 3 وکٹ حاصل کیئے، کوچ مائیک ھیسن کا خفیہ ہتھیار، عثمان طارق، بڑے خفیہ انداز سے کوئی وکٹ حاصل کئے بغیر 43 رنز دے گیا، میچ کے بعد سلیکشن کمیٹی کے سربراہ عاقب جاوید نے ایک مرتبہ پھر، بڑی سرجری کا عندیہ دے دیا، ڈاکٹر محسن نقوی نے ایسی ہی سرجری 2024 کے ورلڈ کپ میں ناکامی کے بعد بھی شروع کی تھی، اس سرجری کے بعد بابر اعظم اور محمد رضوان کو ٹیم سے باہر کردیا گیا اور صرف 6 میچ کھیل کر 50 رنز بنانے والے ہونہار کھلاڑی آغا سلمان کو کپتان بنا دیا گیا، اعلان کیا گیا کہ 2026 کے ورلڈ کپ کیلئے ٹیم تیار کی جارہی ہے اس لئے چھوٹی موٹی، ہار کا برا مت منائیں آغا کو 2026 کا ورلڈ کپ، لانے کیلئے کپتان بنایا گیا، ٹیم ایک مرتبہ پھر سیمی فائنل تک نہ پہنچ سکی، چیف سلیکٹر عاقب جاوید نے پھر بڑی سرجری کی، خوشخبری،، سنادی، سرجن ڈاکٹر محسن نقوی کی سرجری کی زد میں کون کون آئے گا، شائقین کا خیال ہے کہ بہتر ہوگا اس مرتبہ،، سرجن،، بدل کر دیکھ لیں، شاید کچھ بہتر نتائج برآمد ہوجائیں۔۔۔۔

ISSN # : 3080-9746

بابرہ شریف کے ہیروز

وحید مراد سے اظہار قاضی تک

پاکستان میں سب سے زیادہ ہیروز کے ساتھ کام کرنے والی فنکارہ

تحریر: محمد عمر، کویت

پاکستانی تاریخ کی نامور فنکارہ بابرہ شریف کا تعلق بھی اس بازار سے ہے جہاں راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں، اس بازار کے شریف گھی والے کی تین بیٹیوں میں بابرہ سب سے بڑی تھیں، انتہائی چھوٹے قد کے باوجود وہ بڑی اداکارہ بن گئیں اور اپنے دور کے طویل قامت ہیروز محمد علی، وحید مراد، شاہد اور غلام محی الدین کے مقابل بڑی کامیاب اداکاری کی، وہ اس دور میں ہیروئین بنیں جب ہیروئین محض شوپیس نہیں ہوتی تھیں، انہوں نے کچھ فلموں میں تو پاکستان کے چوٹی کے فنکاروں کے مقابلہ میں اتنی شاندار اداکاری کی جو شائقین کو آج نصف صدی گذر جانے کے بعد بھی یاد ہے، ماضی کے عظیم ہدایت کار نذر شباب کی فلم شبانہ کو کون بھول سکتا ہے۔اس فلم میں انہوں نے اس دور کے دو عظیم رومانوی ہیروز وحید مراد اور شاہد کے مقابل چیلینجنگ رول ادا کیا، بابرہ ڈبل رول میں دونوں کی پیروئن تھیں، اسی طرح ہدایت کار اسلم ڈار کی فلم پہلی نظر میں وہ محمد علی اور ندیم کی واحد ہیروئن تھیں، بابرہ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ نئے ہیروز کو مکمل سپورٹ کرتی تھیں، اکثر بڑی ہیروئینز نئے ہیروز کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیتی ہیں مگر غلام محی الدین، راحت کاظمی، فیصل، عمران ملک، وسیم عباس جیسے کئی فنکاروں کی وہ پہلی ہیروئن بنیں، آج بابرہ شریف اوران کے ساتھی ہیروز کی فلموں کا ایک مختصر تذکرہ پیش کرتے ہیں:

محمد علی: بابرہ شریف نے اپنے دور کے سب سے بڑے اداکار محمد علی سے بہت جونئر ہونے کے باوجود ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اداکاری کی، ان دونوں کی یادگار ترین فلم، سلاخیں، تھی جس کے ہدایت کار حسن عسکری تھے، اس فلم کی کہانی اتنی جاندار تھی کہ انڈیا میں اس فلم کی ہو بہو نقالی کی گئی، پاکستان میں بھی ری میک بنایا گیا لیکن جو کام محمد علی اور بابرہ شریف نے کیا، کوئی اس کے عشر عشیر تک بھی نہیں پہنچ سکا، اس فلم میں بابرہ نے محمد علی کی بیٹی اور نواسی کے کردار کئے تھے، اس کا ٹائٹل گیت

تیرے میرے پیار کا ایسا ناطہ ہے

بہت مقبول ہوا تھا، سلاخیں کے بعد بھی محمد علی اور بابرہ شریف نے کچھ فلموں میں باپ بیٹی کے کردار کئے مگر ایک ہدایت کار نے عجیب تجربہ کیا اور فلم،، نیشن،، میں بابرہ کو محمد علی کی ہیروئین کے طور پر کاسٹ کر لیا یہ عجیب تجربہ تھا محمد علی 6 فٹ 4 انچ کے ہیرو اور بابرہ بمشکل 5 فٹ کی، محمد علی سے ایک ڈائیلاگ،، تو اتنی سی اور میں اتنا بڑا، بھلا تیرا میرا کیا جوڑ،، شامل کر کے ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی مگر آزالہ نہ ہو سکا اور۔دو بڑے فنکاروں کی فلم بری طرح ناکام ہوگئی۔ہدایت کار اسلم ڈار کی فلم پہلی نظر میں بھی محمد علی اور بابرہ نے اکٹھے کام کیا مگر اس فلم میں محمد علی بابرہ کی

محبت میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن وہ ندیم کی ہیروئین ہوتی ہیں، اس کے علاوہ بھی محمد علی اور بابرہ شریف نے کئی فلموں میں اکٹھے کام کیا لیکن وہ ہیرو ہیروئین نہیں تھے۔

ندیم: پاکستانی فلموں کے ایک اور سپر سٹار ندیم کے ساتھ بھی بابرہ شریف نے بہت کام کیا، ان دونوں کی پہلی فلم ہدایت کار نذر شباب کی فلم،، شمع،، تھی جو پاکستان کی پہلی ملٹی اسٹار فلم تھی جس میں محمد علی، ندیم اور وحید مراد نے پہلی مرتبہ اکٹھے کام کیا تھا، اس فلم میں وہ ندیم کی ہیروئین اور وحید مراد کی بہن کے کردار میں نظر آئی تھیں، ان پر فلمایا جانے والا گیت

ایسے موسم میں چپ کیوں ہو

بہت مقبول ہوا تھا۔اس کے بعد بابرہ نے ندیم کے ساتھ سنگدل، پلے بوائے کے علاوہ بھی متعدد فلمیں کیں جن میں سے زیادہ تر میگا ہٹ رہیں۔

وحید مراد: پاکستان کے سب سے بڑے رومانوی ہیرو وحید مراد کے ساتھ بابرہ شریف نے متعدد فلموں میں بطور ہیروئین کام کیا اور ان کی جوڑی بہت پسند بھی کی گئی، ان کی سب سے کامیاب اور یادگار فلم شبانہ تھی جس کا گیت،، تیرے سوا دنیا میں کچھ بھی نہیں، شائقین آج بھی نہیں بھولے، وحید مراد کی آخری فلم، ہیرو، کی ہیروئین بھی بابرہ شریف تھیں، یہ فلم وحید مراد کے اچانک انتقال کے باعث نامکمل رہ گئی تھی، ندیم اور شاہد کی انٹری ڈال کر فلم کو مکمل تو کر لیا گیا لیکن فلم بری طرح ناکام ہوگئی۔

شاہد: پاکستانی فلموں کے ورسٹائل اداکار شاہد کے ساتھ بابرہ شریف نے کئی فلموں میں کام کیا، ان دونوں کو پہلی مرتبہ ہدایت کار جان محمد نے اپنی فلم، دیکھا جائیگا، کیلیے کاسٹ کیا، اتفاق سے جان محمد کی بحثیت ہدایت کار یہ پہلی فلم بھی تھی، ہلکی پھلکی مزاحیہ فلم خلاف توقع سپر ہٹ سے بھی آگے چلی گئی، اس کے بعد دونوں کی فلم شبانہ بھی میگا ہٹ ثابت ہوئی تھی۔فلم میں شاہد نے وحید مراد کے مقابل منفی کردار یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ اس میں پرفارمنس کی گنجائش زیادہ ہے، فلم کے مرکزی

ISSN # : 3080-9746

کردار شاہد اور بابرہ پر تھے، وحید مراد تو آدھی فلم گزر جانے کے بعد آتے ہیں لیکن ایک کے سوا تمام گیت وحید مراد پر فلمائے گئے تھے اس لئے روایتی ہیرو وہی قرار پائے تھے۔ ان حالات میں شاہد اور بابرہ شریف آہستہ آہستہ قریب آ رہے تھے، ہدایت کار ایس سلیمان جن کی پہلی چوائس شاہد اور شبنم ہوتے تھے، وہ ان دونوں کے ساتھ فلم،، پیار کا وعدہ،، بنانے کی تیاریاں کر رہے تھے مگر شاہد کی فرمائش پر شبنم کی جگہ بابرہ کو کاسٹ کر لیا گیا، فلم کی زیادہ تر شوٹنگز کالام اور دیگر خوبصورت مقامات پر ہونا تھیں، بابرہ خود احساس ہی نہ ہوا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان پر شاہد کا جادو

چل چکا ہے، والد کے بے حد منع کرنے کے باوجود کراچی میں ایک فلم کی شوٹنگ کے دوران بابرہ شریف نے شاہد سے شادی کر لی اور دونوں فنکار شوٹنگ ادھوری چھوڑ ہنی مون منانے کیلئے لندن چلے گئے۔ اس وقت شاہد پہلے ہی تین بیویوں منزہ، زمرد اور عشرت چوہدری کے شوہر تھے، بابرہ نے شرط رکھی تھی کہ شاہد پہلی تمام بیویوں کو طلاق دے دیں گے، شاہد نے زمرد جو ان کی ایک بیٹی کی ماں تھیں اور عشرت چوہدری کو تو طلاق دے دی البتہ منزہ جن کے ساتھ ان کی شادی خاندان والوں نے کی تھی اور تین بیٹوں کی ماں تھی، ان کو طلاق دینے سے انکار کر دیا، بابرہ نے اس کو قبول نہ کیا اور طلاق لے لی، یہ شادی صرف 6 ماہ چل سکی لیکن اس کے بعد بابرہ اور شاہد دونوں نے شادی نہیں کی، شاہد اپنی پہلی بیوی، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں جبکہ بابرہ شریف جواب 70 برس کی ہو چکی ہیں تنہا زندگی گزار رہی ہیں، جس وقت دونوں میں طلاق ہوئی تو ان کی 17 فلمیں سیٹ پر تھیں، انہوں نے پروفیشنل ازم کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام فلمیں مکمل کرائیں، تقریباً پانچ سال بعد سینئر

ہدایت کار اقبال یوسف نے شاہد اور بابرہ کو فلم،، جوش،، میں بطور ہیرو ہیروئین کاسٹ کر لیا، انہوں نے ایک بار پھر پروفیشنل ازم کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے اچھے طریقے سے کام فلمبند کرایا، ان کی طلاق کو تقریباً 47 سال ہو چکے ہیں، آج تک نہ تو شاہد نے اور نہ بابرہ شریف نے ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات کی ہے، کبھی سامنا ہو جائے تو مسکرا کر سلام کرتے اور گزر جاتے ہیں۔

غلام محی الدین:

بابرہ شریف اور غلام محی الدین کی پہلی مشترکہ فلم،، میرا نام ہے محبت،،، تھی، ہدایت کار شباب کیرانوی نے مشہور ناول،، لو سٹوری،، کی کہانی سے ماخوذ یہ فلم اتنی خوبصورتی سے بنائی کہ ایک شاہکار تخلیق ہو گیا، یہ پاکستان کی ان چند فلموں میں سے ایک ہے جنہوں نے پاکستان سے باہر بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑے خاص طور پر چین میں یہ فلم بہت پسند کی گئی، وہاں شاہراہوں پر بابرہ شریف اور غلام محی الدین کے مجسمے بھی لگائے گئے۔ اس فلم میں بابرہ نے کینسر کی مریضہ کا کردار کیا تھا فلم کے تمام گیت ہٹ ہوئے، جن میں مہدی

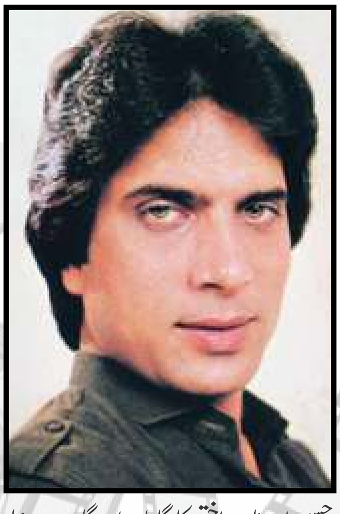

حسن اور ناہید اختر کا گایا ہوا دو گانا،، یہ دنیا رہے نہ رہے میرے ہمدم، کہانی محبت کی زندہ رہے گی،، مقبولیت کی تمام حدود پار کر گیا، اس فلم نے بابرہ اور غلام محی الدین کو سٹار بنا دیا، دونوں نے اس کے بعد بھی کئی فلموں میں کام کیا، لیکن میرا نام ہے محبت،، جیسی کامیابی کسی فلم کو نصیب نہ ہو سکی۔

راحت کاظمی:

ٹی وی کے بہت بڑے فنکار راحت کاظمی بھی قسمت آزمائی کیلئے فلموں میں آئے تو بابرہ شریف نے ان کا بہت ساتھ دیا، راحت کاظمی کی پہلی سولو فلم،، انسانیت،، اور مہمان،، میں بابرہ شریف ہیروئین تھیں، دونوں فلموں کا موضوع بہت اچھا تھا لیکن شائقین کی پذیرائی حاصل نہ ہو سکی، بابرہ شریف اور راحت کاظمی کی فلم،، انسانیت،، کی کہانی پر انڈیا میں فلم،، باغباں،، بنائی گئی جو میگا ہٹ رہی، راحت کاظمی بڑی سکرین سے پھر چھوٹی سکرین پر چلے گئے۔

فیصل: 80 کی دہائی کے آغاز میں جب شاہد اور وحید مراد کسی وجہ سے سکرین سے غائب ہو گئے تو ایک نئے رومانوی ہیرو فیصل کو سامنے لایا گیا، فیصل کی بابرہ شریف نے بڑی مدد کی اور کئی فلموں میں کام دلوایا لیکن ان میں شاہد اور وحید جیسا ٹیلنٹ موجود نہ تھا اور وہ جلد ہی آؤٹ ہو گئے، انہیں فوری کامیابی کے بعد فوری ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، وہ یہ ناکامی برداشت نہ کر سکے اور منشیات استعمال کرنے لگ گئے اور پھر پتہ ہی نہ چلا کہ کدھر گئے۔

محسن خان: کرکٹر سے اداکار بننے والے محسن خان کی پہلی پاکستانی فلم،، راز،، کی ہیروئین بھی بابرہ شریف تھیں، یہ فلم کامیاب رہی لیکن محسن فطری اداکار نہ تھے، کرکٹ کی طرح فلموں میں بھی، واسطے سے آئے تھے، کرکٹ کی طرح فلموں میں ان کا کیریئر زیادہ دیر نہیں چل سکا۔

بابرہ شریف نے جاوید شیخ، اظہار قاضی، اسماعیل شاہ، شان شاہد جیسے فنکاروں کے ساتھ بھی کچھ فلمیں کیں، ڈھاکہ سے تعلق رکھنے والے فنکار رحمان نے پاکستان میں آخری فلم لگن، بابرہ کے ساتھ کی تھی جو ان کے پاکستان چھوڑ دینے کے بعد ریلیز ہوئی اور مکمل فلاپ ثابت ہوئی، ان دنوں وہ شوبز سے الگ تقریباً گمنامی کی زندگی گزار رہی ہیں، فلمی تقریبات میں بھی کم ہی نظر آتی ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

ISSN # : 3080-9746